53317

1661

بڑھاپے کی برکتیں

اور

عورت

مصنفہ

خواجہ عبدالمجید صاحب دہلوی

مکتبہ جامعہ

دہلی ـ لاہور ـ لکھنؤ
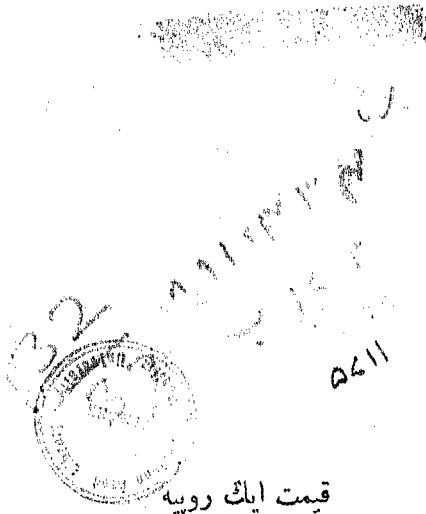
قیمت ایک روپیہ

طبع اول سنہ ۱۹۲۸ ع ۱۰۰۰
مطبوعہ آفسٹ آرٹ پریس نئی دہلی

بڑھاپے کی برکتیں اور عورت

عورت ایک حسین تصور لیکن تلخ تجربہ ۔

S. H. U.
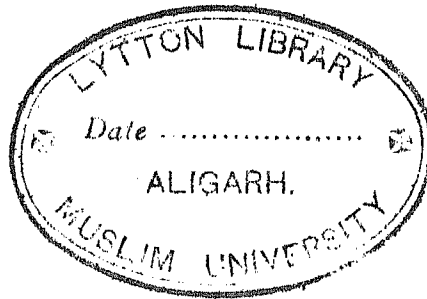
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بڑھاپے کی برکتیں

اب سے چالیس برس پہلے ایک دنگلی مولوی صاحب تھے جن کا اسم گرامی مولوی عتیق الحق تھا۔ مولوی صاحب فن مناظرہ مین طاق تھے اور ظرافت میں بے نظیر۔ تہذیب الاخلاق کے توڑ پر ان کا ایک رسالہ ''میزان ظرافت'' مطبع رفیق المطابعات دھلی سے ماھوار شائع ھوتا تھا۔ دور دور اس رسالہ کی اشاعت تھی جو پڑھتا ھنسی کے مارے پیٹ مین بل پڑ جاتے۔

سرسید احمدخاں کا ناطقہ رسالہ کی ظرافت نے بند کردیا تھا۔ مولویوں کی مخالفت اتنی مضرت رساں نہیں ثابت ھوتی تھی جتنی اس کی ظرافت۔ دیو بند کی نقش بندی اور اس کی تك بندی ترازو کا پلڑا ''میزان ظرافت'' ھی کی طرف جھکتا تھا۔ مولوی صاحب کبھی کبھی ھندوستان کے دورہ کو بھی نکلا کرتے تھے۔ اور اپنے معتقدین سے خراج تحسین وصول فرماتے۔ اس بار جنوبی ھند کا قصد ھوا اور حیدرآباد جادھمکے۔ صاحب نام ونشان تھے ھر شہر مین لوگ ان کی تقریر سننے کے شائق نظر آتے۔ انجمن ''شبان دکن'' نے ان کی پزیرائی کی صدر اور چند اراکین انجمن اسٹیشن پر استقبال کے لئے حاضر

ہوئے ۔ مولوی صاحب ان کے مہمان ہوئے ۔ تقریر کی دعوت دی گئی ۔ قبول فرمائی ۔ مضمون تقریر ”بڑھاپے کی برکتیں“ قرار پایا ۔ اشتہار جاری ہوگئے ۔ دن کا تعین ۱۴ ذالحجہ ہوا ۔ وقت ساڑھے آٹھ بجے رات ۔ مقام باغ عام ۔ مضمون ندرت سے خالی نہ تھا ۔ شوق زوروں پر تھے ۔ چودھویں رات کی چاندنی برسات کا موسم اس پر دکن اور باغ عام ۔ دو تالابوں کے بیچ میں آھنی بنگلہ کے سامنے نشستوں کا انتظام ہوا ، ایک تالاب میں سفید کنول کٹے کی بیلیں دوسرے میں سرخ ہزاروں کے جوڑے جوڑے پتے سطح آب پر تیر رہے ہیں ان پر پانی کی بوندیں ٹھہری ہوئی ہیں ۔ بیچ میں سے پھول نکل رہا ہے چاندنی نے بوندوں کو نقرئی موتی بنا دیا ہے ۔ عکس ماہ سے پتا پتا چاندی کا پترہ ہے ۔ شعر

کیسی جادو بھری ہے کیا جانے
شب ماہ دکن خدا جانے

وقت مقررہ آ گیا ۔ لوگ جوق جوق آنے شروع ہوے ، اس میں ملکی بھی ہیں اور آفاقی بھی ۔ شمالی ہند والوں کے دل دھکڑ پکڑ کر رہے ہیں کہ دیکھئے مولوی صاحب کیسے اترتے ہیں ۔ ان کے دیس کے آدمی ہیں ۔ کیوں نہ ہو ۔ ناک کٹائی کا خیال لگا ہوا ہے ۔ اگر اوچھے پڑے تو منہ دکھانے کو جگہ نہ رہے گی ۔ کشتی وار پار ٹھہری ۔ مناظرہ اور تقریر دونوں ساتھہ ساتھہ ہیں ۔ لیجئے ساری نشستیں بھر گئیں ۔ اب جو آتے ہیں کھڑے رہتے ہیں

مولوی صاحب اور صدر انجمن تشریف لا رہے ہیں۔ میانہ قد ہے
گورا رنگ اس میں ہلکی ہلکی سرخی جھلک رہی ہے۔ گویا گلابی
موتی ہے - سر سے پاؤں تک سفید پوش ہیں۔ ملبوس میں وقت
اور موقع کی رعایت کی انتہا نہیں - سلیم شاہی جوتی پر
بھی روپہلی کام ہے۔ ستارے ضیائے ماہ سے آسمان کے تارے بن رہے ہیں
ہاتھ میں ہاتھی دانت کی چھڑی انگلی میں الماس کی انگوٹھی
وہ بھی چاندی کی - نور کے سائن بورڈ کی پھبتی پھبتی ہے - اگر
ساری مجلس کا یہی رنگ ڈھنگ ہوتا تو شاہجہاں کے جشن
مہتابی کا سماں آنکھوں کے تلے پھر جاتا - قدم انداز سے اٹھاتے
ہیں، کیوں نہو بھائی دلّی والے ہیں - چہرہ ظرافت اور شگفتگی
طبع کا اعلان ہے - لیجئے صدر اور مہمان برابر برابر دو کرسیوں
پر بیٹھ گئے - اب صدر انجمن شبان کھڑے ہوئے - آغاز سخن
یوں ہوا :

آپ صاحب جو تکلیف گوارا فرماکر دعوت پر تشریف
لائے ہیں اس کا میں اور ساری انجمن شکریہ ادا کرتی ہے -
امید ہے کہ آپ کی کام فرسائی رائیگان نہیں جائے گی - انشااللہ
جواہر سخن سے آپ اپنے کان مالا مال لیکر رخصت ہونگے - مولوی
عتیق الحق صاحب نے کرم فرماکر ہماری دعوت قبول کی -
ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں - مقرر صاحب کا تعارف بیکار ہے
کون ہے جو اس بزرگ ہستی سے ناواقف ہے - ہاں بیشک نام

نامی سے ہم سب آگاہ تھے ۔ دیدار آج نصیب ہوئے ۔ یہ کافی ھے کہ میں حضرت کی طرف اشارہ کردوں۔ جلسہ کے آئین یہ قرار پائے ھیں۔ پہلے مولوی صاحب قبلہ ھر معترض کو جواب دینگے اور ھر اعتراض پر شرح و بسط کے ساتھہ تقریر فرمائینگے ""بڑھاپے کی برکتیں"" کے عنوان پر مدلل تقریر ھوگی مباحثہ کا فیصلہ ھر شخص خود اپنے دل میں کرے گا ۔ صدر کی طرف سے فیصلہ سنایا نہیں جائے گا ۔

اب مولوی عتیق الحق صاحب کھڑے ہوئے ۔ چھٹتے ھی سامعین کو مخاطب کر کے یہ شعر ارشاد ھوا ۔ شعر

ادائے خاص سے غالب ھوا ھے نکتہ سرا
صلائے عام ھے یاران نکتہ داں کے لئے

محترم حاضرین ۔ بسم اللہ اعتراضوں کی بوچھاڑ ھوجائے ۔ ھاں بھائی مضمون ھی ایسا ھے ۔ میں سینہ سپر حاضر ھوں ۔ فرمائیے حضور کیا فرماتے ھیں ۔ ایک صاحب کھڑے ھوئے اور دبی آواز سے یہ کہا ۔ ""پیری اور صد عیب""۔ ""بجا اور درست ؛ صد عیب نہیں صد ہزار عیب مگر شرط یہ ھے دلیل سے ثابت ھوں زبانی جمع خرچ کا مذکور نہیں یا مان لیجئے یا منوا دیجئے""۔ ایک آواز ""اس مقولہ کی دیرینہ سالی خود صداقت پر گواہ ھے"" ۔ ""جی جناب لیجئے یہیں میرے دعوے کا ثبوت موجود ھے آپ دیرینہ سالی کو شاھد بناکر

لاتے ہیں - وہی بڑھاپا جو مورداعتراض ہے دست بستہ شہادت
کو حاضر ہوتا ہے - لیکن اس سے قطع نظر کیجئے - نفس الامر
میں بے سروپا دلائل سے فائدہ اٹھانا ہمارا شیوہ نہیں - اب ذرا
مقولہ کی قدامت کا حال سنئے - کیا جناب کا ایمان ہے کہ جو
مقولہ قدیم الایام سے بے رد و قدح چلا آتا ہے وہ قابل اعتبار ہے
اگر یہ صحیح ہے تو سنئے - بندہ دلائل قطعی سے اس کے خلاف
ثابت کرنے کو موجود ہے - فرمائیے کیا قدیم زمانہ کے معتقدات
میں سے یہ نہیں کہ پہلے اسی زمین پر جہاں آج ہم رس بس رہے
ہیں جو آدمی بستے تھے وہ ہم سے بدر جہاں زیادہ قوی الجثہ
اور قوی ہیکل تھے - ان کے قد ہمارے قدوں سے دوچند بلکہ سہ
چند تھے اور اسی تناسب سے جسم بھی - بھائیو - ذرا غور
کرنے کا مقام ہے - اسی ملک دکن میں الورا اور اجنٹا موجود
ہیں - ان کی پتھر میں تراشی ہوئی عمارتیں ملاحظہ ہوں -
یہ تقریباً تین ہزار برس قبل مسیح علیہ السلام کی یادگار ہیں -
پھر کیا ان کے در اور دروازے بالا رو زینہ اتنے فراخ ہیں کہ خدا
جھوٹ نہ بلائے ہم سے دگنے قد و قامت کا آدمی بھی داخل ہو سکتا ہے ؟
اگر ہمارے اجداد ہم سے بڑے تھے تو کیا ان میں بیٹھ کر اور لیٹ
کر جاتے تھے اور پھر زینوں پر کیونکر چڑھتے تھے - اور دلیل سنئے -
عجائب خانوں میں تشریف لے جائیے - یہاں ہزارہا برس
پہلے کے زرہ بکتر رکھے ہوئے ہیں - انکی ناپ تول تو کیجئے پھر

تو شبہ باقی نہین رھیگا ۔ خیر یہ بھی نہ سہی ۔ جن ۔ بھوت ۔ پلیت ۔ دیو ۔ پری ان سب کے وجود کے آپ کے پیش قائل تھے یا نہین اور کیا عینی مشاھدات نہین بیان کرتے تھے ۔ کیوں صاحب اب کیا انکو کوئی لے گیا؟ ۔ کیا اس پر آپ عینی شہادت لا سکتے ھیں ۔ بہت نہین ایک دو ھی سہی ۔ بس صاحب میں نے اپنے دعوے کا ثبوت کافی پیش کر دیا مقولہ کی قدامت اسکی صداقت کی دلیل نہیں ۔

ایک نوجوان صاحب: فرمائیے ,,اس باب میں کیا ارشاد ھوتا ھے کہ ضعیف‌العمر لب گور ھوتے ھیں،، ,,کیا خوب فرمایا لب گور کیا ۔ میں تو بہت سے ایسے فقرے جناب کے گوشگزار کئے دیتا ھوں ۔ آفتاب لب بام، پادر رکاب؟ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ھیں ۔ پکے پان ھیں ۔ مگر حضور نے کبھی اس پر بھی غور فرمایا کیا جوان اور بچے ۔ خدا انکو سلامت رکھے ۔ لب گور نہیں؟ کیا آپ نے بڈھوں ھی کو مرتے دیکھا ھے اور جوان اور بچے اس سے ماموں ھیں؟ بھائی سب پادر رکاب بیٹھے ھیں اور سب لب گور ھیں ۔ اس میں بوڑھے بالے کی قید نہیں ۔ میں تو یہ کھونگا ، جوان اور بچے ھی موت کا زیادہ شکار ھوتے ھیں ۔ دلیل کے لئے عمر کا اوسط ملاحظہ ھو ۔ اگر سب بڈھے ھی ھو ھو کر مرتے تو یہ تیس بتیس کیوں ھوتا ۔ اگر اس سے تشفی نہیں ھوئی تو ذرا بازار میں جا کھڑے

هوجئے ۔ اور دیکھئے بڈھے زیادہ گزر رہے ہیں یا جوان ؟
اگر سب سن رسیدہ ہو کر دنیا سے جاتے تو بڈھے اور جوان
مساوی تعداد میں پھرتے نظر آتے ۔ مگر آپ یہ نہیں دیکھینگے
بس جوان ھی جوان نظر آئینگے ۔ بات صاف ھے ۔ ان کے
بھائی جوان ھی رخصت ہوئے ۔ ع

ایں ماتم سخت است که گویند جوان مرد

مجبوری ھے قانون قدرت یہی ھے ۔ لیجئے اب تو بہر
پائے ہوئے ۔ بڑھاپا ھی نرا موت کا دروازہ نہیں ۔ اس کا
کوئی اور دروازہ ھے جو ھر وقت اور ھر عمر میں وا رھتا
ھے خدا کے واسطے مرنے کو بڑھاپے پر منحصر نہ سمجھنا ۔ ھر
وقت چلنے کو کمربستہ رھنا ،۔

متانت سے ایک مرد مقطع نے فرمایا ۔ شعر

"نشاط عمر باشد تا بہ سی سال چو چہل آید فرو ریزد پروبال"

مولوی صاحب: حضور سے ذراسی فردگذاشت ہوئی ۔
یہ بھی فرما دیجئے "چو شست آید نشست آید بہ دیوار" یہ تو
شعرا کے مقولے ھیں ۔ ایک تو بحث کا یہ طریقہ ھوسکتا
ھے کہ اس کے مقابلہ میں دوسرے شاعر کا شعر پیش کیا جائے ۔
سنئے اور زبان بھی فارسی سے زیادہ قدیم اور وقیع لیجئے ۔

قال قبل الثلثین ملعب فقلت بعد الثلثین ملعب

اب فرمائیے تک سے تک جڑ گیا یا نہیں - مگر یہ سب بےسروپا باتیں ھیں - ان کا اعتبار نہیں - شاعر کی طبیعت فوٹو کی پلیٹ ھے جو چیز سامنے آئی اس کا عکس اتر آیا - اس سے غرض نہیں کہ راست ھے یانا راست - دیوانہ وار بکنے سے کام - شاعر ایک سانس میں ایک چیز کو اچھا بتاتا ھے پھر اسی چیز کو دوسرے میں برا - اس کا قول قابل اعتنا نہیں - لیجئے شب فرقت جیسی موذی چیز سے شاعر صاحب همدردی فرماتے ھیں اور کہتے ھین - شعر

پھر کہاں جائیگی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے -
کل تو هم خواب عدم مین شب هجران هون گے -

ایک اور شعر سنئے -

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا -
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آپ فرمائینگے تو خود اپنے منہ سے بڑھاپے کی مزمت کر رھا ھے - جی ایسا نہین - میں اس شعر سے استدلال کرکے بڑھاپے کی عظمت کا ثبوت حاضر کرونگا - سنئے جس چیز کو پائیداری اور دوام ھو وہ اچھی یاجو بے بقا ھو وہ خوب - آپ ضرور فرمائیں گے کہ پائیداری اصل مقصود ھے - خدا آپ کا بھلا کرے ، پھر بڑھاپا کیسے برا ھو گیا جو پائیدار ھے اور جوانی کیسے بھلی ھو گئی جو

سریع الزوال ھے۔ اگر حضور منطقی دلائل سے تجاوز نہ کریں اور اپنے تخیلات کو دخل نہ دینے دیں۔ تو پھر انصاف کا کیا یہ مقتضی نہیں کہ آپ میرے قول پر صاد کر دیں۔ ملاحظہ ھو جوانی کی بے ثباتی کو میر تقی کن الفاظ میں بیان فرماتے ھیں شعر۔

نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شرر کی جھلک
زرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا

کیوں جناب کیا آپ ایسی چیز پر مرمٹے ھیں۔ جس کے ثبات کی یہ حالت ھے۔ اگر یہی سمجھ ھے تو بریں عقل و دانش بباید گریست۔ ارے بھائیو! آؤ اور بڑھاپے کے دامن کو مضبوط پکڑو کہ اصل زمانۂ عمر جس کو ثبات ھے وہ یہی ھے۔ جوانی جیسی چلتی پھرتی چھاؤں سے کیا دل لگانا۔ لگاؤ ھم منع نہیں کرتے مگر اس سے فراق لازمی ھے۔ دل میں ذرا سونچو کون سی چیز دل دینے کے قابل ھے زود فنا یا دیر بقا۔

اب صدر مجلس سے رھا نہ گیا۔ اپنے وقار کا کچھ لحاظ نہ کیا اور بول اٹھے ،،تو کیا آپ کے خیال میں تمام معتقدات قدیم لغو اور لایعنی ھیں؟،،۔

،،چونکہ بندہ کو جناب صدر نے سوال فرما کر مورد عنایت بنایا ھے۔ انشاء اللہ میں جواب بھی شایان شان عرض کروں گا۔ اگرچہ مجھے اپنی تقریر کے موضوع سے تجاوز کرنا

پڑے گا تاهم الامرفوق الضوابط ۔ عالی جناب! کمترین کا یه منشا نهیں که تمام معتقدات قدیم کو یك قلم باطل قرار دے۔ بس اس قدر عرض کرنا چاهتا هوں ۔که ان میں سے نوے فیصدی مشکوك معلوم هوتے هیں ۔ معتقدات تو درکنار ان کی نسبت همیشه شك و شبه کی گنجائش رهی هے ۔ انکار و اقرار دنیا کے هر زمانه میں هوتا چلا آیا هے ..میں حضور کے سامنے صدیوں کا عمل پیش کرتا هو جس کی صداقت میں کبھی تامل کیا هی نهیں گیا۔

عورتوں کی چوٹی کا مسئله لیجئے ۔ کیا یه زمانه قدیم سے نهیں چلی آتی ۔ کیا اس پر آدمیوں کو اصرار نهیں هے ۔ کیا یه عورت کے حسن کے معامله میں لابد شے تصور نهیں کی جاتی ۔ کیا اس پر شد و مد اس قدر نهیں که مردوں نے بھی بعض ملکوں میں سروں پر چوٹیاں رکھ لیں ۔ مثال میں چین کی عظیم الشان سر زمین موجود هے ۔ حال هی میں وهاں مردوں نے یه زینت ترك کی هے مگر کب جب ساری ترکی تمام هو چکی ۔ اب اس کی حقیقت سنئے ۔ جاڑے اور گرمی دونوں میں موزی ۔ موسم سرما میں جوؤں کی افزائش نسل کی بے نظیر کان ۔ اور موسم گرما میں سر اور گردن کیلئے جهنم ۔ بوے بد کا کھتا پھر جمهور کا اس پر اصرار ۔ اب بے شك یورپ میں عورتیں آهسته اهسته بال ترشوا رهی هیں اور هندوستان میں بھی خال خال پیروی هو رهی هے ۔ آپ فرمائیں گے ,,کیا خوب

لنڈی منڈی بٹیریں معلوم ہوتی ہیں۔ آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں،،
میں عرض کرونگا بجا اور درست۔ مگر اس میں صرف عادت
کو دخل ہے۔ دیکھتے دیکھتے یہی نظر فریب بن جائیگی۔ انکار
کی صورت میں دلیل حاضر ہے۔ کیوں جناب کیا ریش اور
بروت کا نام محاسن نہیں ہے۔ اور ہمیشہ سے ان کو مرد کے
چہرہ کی زینت کیا تصور نہیں کیا گیا؟ کیا کچھ سے اس تدبیر میں
نہیں رہے کہ ڈاڑھی گھنی نکل آئے؟ اگر اس سے انکار ہے تو
محاسن کا لفظ ہی کیوں تراشا۔ پھر ایک نہ شد دو شد۔
بعض فرقوں نے اس کو مذہبی تقدیس کا جامہ پنہا دیا۔ چلئے
ڈاڑھی کو جانے دیجئے۔ مونچھوں کے بارے میں تو اختلاف
ہی نہیں۔ پھر اس زمانہ میں ان کا کیا حشر ہورہا ہے۔ ڈاڑھی تو
صاف ہوچکی تھی۔ کسی اور غرض سے نہیں صرف آرائش رخسار
کے لئے۔ اب رہیں مونچھیں۔ کہیں تو ان کا جھگڑا ہی القط ہے۔
شعر

چل چل رے مچھندر تجھے کس وہم نے گھیرا
ڈاڑھی کو منڈا ڈال تو مونچھوں کا بکھیڑا

اور کہیں استرے کی زد سے بچ بھی گئیں تو ناک میں مرغی
کا پر آدھا اِدھر آدھا ادھر۔ اب فرمائیے کیا ہمارے چہرے

بگڑ گئے؟ ہم بدصورت ہو گئے؟ انصاف تو یہ ہے، کچھ حسن مین اضافہ ھی ھو گیا۔ بھائیو! یہ سب اعتباری چیزیں ھین۔ اسی طرح چوٹی بھی ایک اعتباری چیز ہے۔ جتنا جلد اس سے فراغ حاصل کیا جائے بہتر۔ اور اصول حفظان صحت بھی اسی کے مقتضی ھین۔ آپ فرمائیں گے بندہ چوٹی کے پیچھے پڑ گیا۔ جہان دلیل اور بینہ موجود ھے وھاں پیچھے پڑنے کا کیا مذکور۔ یہی نہیں اور سنئیے۔ شادی کی رسم لیجئیے۔ لڑکیوں کو بھیڑ بکریاں بنا رکھا ہے۔ گلے میں رسی ڈالی اور جس کھونٹے سے چاھا باندہ دیا۔ چاھا قصائی کے حوالہ کر دیا۔ بھائی لے جا، چاھے کاٹ کے کھا۔ چاھے دودہ دوہ کر پی۔ خدا کے واسطے یہ بھی کوئی طریقہ ہے! نہ دولہا نے دلھن کو دیکھا نہ دلھن نے سجن کو۔ قاضی صاحب آئے اور دو سر جوڑ چل دئے۔ مزاجوں میں اختلاف۔ طبائع میں مغائرت۔ نبھے نہ نبھے ھمیں تو اپنے حلوے مانڈھے سے کام۔ بڑوں کی ریس ھاتھہ سے نہیں جانے دیں گے۔ کسی کے دم پر کچھ ھی بنا کرے۔ اب دوسری طرف کا رخ کیجئیے۔ اور اس کے بر عکس جو طریقہ مروج ھے اس کی برکتیں دیکھئے۔ مگر آپ کیا کریں۔ آپ کے ھاں تو پردہ نے زندگی کے دنوں کو تیرہ و تار بنا رکھا ہے۔ بھائی لڑکے لڑکیاں ملیں جلیں۔ بیھٹیں اٹھیں بات

چیت کریں۔ ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوں۔ پھر جی چاہے تو ازدواجی تعلق پیدا کرلیں اور مدت العمر کے واسطے ایک دوسرے کے رفیق کار بن جائیں۔ نہیں تو تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش۔ دیکھئے متمدن قومیں یہی کر رہی ہیں۔ اور ان کے ہاں یہ پودا پروان چڑھ رہا ہے۔ نور کا ظلمت پر غالب آنا لازمی ہے اور تمدن کا جہالت کو فتح کرنا لابد۔ کوئی دن جاتا ہے کہ ہم سب راہ راست پر آجائیں گے۔ اس تصویر کا دوسرا رخ قابل دید ہے۔ یہی وہ رخ ہے جس پر اگر بڈھے جوانوں پر رشک کریں تو حق بجانب ہے۔ بہترین عمر کا زمانہ کورٹشپ کا زمانہ ہے۔ جوان مرد اور جوان عورتیں ملتی ہیں پاس بیٹھتی ہیں۔ ناز و انداز ہوتے ہیں۔ التفات کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیوا دیوی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی خاطر داری کرتا ہے۔ خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ مگر اس انداز سے کہ ناگوار خاطر نہو۔ مزاج دانی سیکھی جاتی یہ علم مجلس کی بہترین درس گاہ ہے۔ دونوں طرف سے دن دگنی اور رات چوگنی تراش و خراش میں کوشش کی جاتی ہے۔ سیر و تفریح کے موقعوں کی تلاش رہتی ہے۔

شعر

جو مزا انتظار میں پایا نہ کبھی وصل یار میں پایا

اگر خفگی ہے تو وہ بھی لطف سے خالی نہیں اور اگر خوش ہیں تو دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں۔ شعر

بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے جو وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

کیوں بھائی نو جوانو! منہ میں پانی بھر آیا یا نہیں۔ اب بھی پردہ کو ضروری سمجھنا۔

نہیں بھائی! یہ جذبات کو بر انگیختہ کرنے کی ترکیب ہے۔ دلائل کا کوچہ علیحدہ ہے۔ یہ مقرر کے عیب میں داخل ہے کہ وہ جذبات انسانی سے فائدہ اٹھاکر تقریر کو مقبول عام بنائے۔ مجھے اس سے پرہیز ہے۔ عالی جناب صدر سے میری یہ عرض ہے کہ اب تو جناب کو جواب شافی مل گیا اور شاید میں حضور کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ مگر صدر نے سکوت اختیار کیا۔

ایک صاحب اٹھے اور فرمایا "کیوں صاحب ضعفِ بصارت کی نسبت جناب کا کیا خیال ہے؟" ۔ "کیا آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ضعفِ بصارت اور ثقل سماعت کا تعلق کبر سنی سے ہے۔ زمانۂ پیشیں کا مشاہدہ کیونکر عرض کروں۔ میں موجود ہی نہ تھا۔ ہاں اب جو دیکھ رہا ہوں وہ گوشگزار کر سکتا ہوں۔ جناب

عالی! یہ امراض ہیں جوانوں اور بڈھوں دونوں کو لاحق ہو سکتے ہیں مگر چشم دید تو یہ ہے کہ ضعف بصارت کچھ جوانوں ہی میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ ذرا گھر سے باہر نکل کر دیکھئے۔ کولہو کے بیل بنے ہوئے جوان پھر رہے ہیں یا بڈھے۔ سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں جوانوں کو عینک کی ضرورت نہیں تھی۔ شاید ایسا ہی ہو۔ مگر اب تو معاملہ دگرگون ہے۔ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں بڑھاپے کی کمزوری نے نوجوانوں کا شکار تاکا ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ بڈھے اپنی بد نصیبی پر نالاں نہ ہوں۔ اگر میرا خیال درست ہے تو ڈاکٹروں اور گورنمنٹ کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور اس ناجائز اور بے ہنگام حملہ کو مسترد کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہیں۔ مگر جہاں تک دیکھا گیا ہے ڈاکٹر تو اس حملہ کے معاون نظر آتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ یہ چشمہ سازوں کے ایجنٹ ہوں اور کمیشن پر کام کرتے ہوں۔ جو انکے مطب میں حاضر ہوتا ہے فوراً چشمہ کی ہدایت کے احکام صادر ہوجاتے ہیں، اور نسخہ مرحمت ہوتا ہے، غرض جو پیش نظر ہے وہ اس کا داعی نہیں کہ ضعف بصارت کو بڑھاپے کے ساتھ مختص کردیا جائے۔ کم سوجھ ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اب تو مزا یہ ہے کہ کم سن بھی اس متعدی مرض میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں۔ یہ بھی اہل فن کی برکت ہے،،۔

ایک پیر مرد عصائے پیری ٹیک کر کھڑے ہوئے اور بہت متانت اور سنجیدگی سے جو اس عمر کا خاصہ ہے ، یوں سخن سرا ہوے ۔ ,,کچھ موے سفید کے بارے میں در افشانی ہوجائے،، ۔ مقرر صاحب یوں فرمانے لگے ,,اگر موئے سفید کو جناب کبر سنی کا تقاضہ تصور فرماتے ہیں تو بندہ متفق ہے ۔ اور اگر عیب ہے تو قطعی انکار ۔ ع ۔ کے بود زاغ سیہ را رونق باز سفید ظلمت کو نور پر ترجیح نہیں ۔ رات دن سے افضل نہیں ۔ کہاں سیاہی اور کہاں نور قلب ۔ ایک کے سب شائق دوسری سے سب نفور ۔ پھر بالوں کی سفیدی اس قاعدۂ کلیہ سے کیسے مستثنیٰ ۔ چلئے مان لیا کہ سفید ڈاڑھی بد نما ہے اور دوسری طرف سیاہ خوش منظر ۔ پھر اس خوش نمائی کو جناب کیوں دور فرماتے ہیں ۔ جتنی سیاہ ڈاڑھی صاحبہ میں درازی ہو اتناہی جناب کے چہرے کی زیبائش میں اضافہ ہوتا ہے ۔ آپ ڈاڑھی کو چھوڑ دیجئے ۔ مگر آپ تو اس کے منڈ وانے پر تلے بیٹھے ہیں ۔ پھر یہ کیسا حسن ۔ ملاحظہ ہو ۔ مشاہدہ اس کے برخلاف ہے ۔ آپ یقین فرماتے ہیں کہ ریش سفید بدنما ہے تو جناب اس کو صاف کردیں ۔ اور اس بدنما داغ کو روئے زیبا سے مہجور فرمائیں ۔ مگر کیا کریں ، آنکھیں تو یہ دیکھ رہی ہیں کہ سفید ڈاڑھیاں تو رکھی جارہی ہیں ۔ اور وہ سیاہ ہیں جو موقوف ہو رہی ہیں ۔ پھر یہ اوندھی رسم کیسی ۔ اب تو تسلیم کرنا

پڑے گا کہ ریش سفید باعث حسن ہے اور سیاہ مکروہ۔ بندہ دلیل میں عمل کو لایا ہے انکار حق سے انکار ہے،،۔ ایک اواز۔ ،،پھر صاحب یہ خضاب کا دستور کیسا۔ پیر مرد سفیدی کا حسن ترک کر کے بالوں پر سیاہی کیوں چڑھاتے ہیں،،۔

،،بیشک جناب نے دلیل معقول پیش کی اس کے دو جواب ہیں۔ دنیا میں عقل کی کوتاہی بھی ہے۔ اور جو باتیں آدمی بار بار سنتا رہتا ہے ان کو بلا دلیل بھی باور کر لیتا ہے۔ یہی بیّن فرق انسان ذی‌شعور اور غیر ذی‌شعور میں ہے۔ اور یہی غلط معتقدات کی اشاعت کا باعث ہوتا ہے اب ایک شاعر کا مقولہ سنئے۔ شعر

ہے دل میں شیخ کے ابھی حسرت گناہ کی
کالا کریگا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

دیکھئے استاد ذوق بھی ریش کی سیاہی کو گناہ کی طرف محمول فرماتے ہیں۔ پھر وہ چیز جو برائی کی داعی ہو۔ وہ اچھی یا بری۔ کیا خوب انصاف ہے۔ بری چیز کو اچھا قرار دینا بس حضور ہی کا کام ہے۔ آپ نے یہ بھی تو سنا ہوگا کہ فلاں کے چہرے پر نور برس رہا ہے۔ فرمائیے تو کس کے روئے پر نور پر نور ہوتا ہے۔ کیا سیاہ ڈاڑھی والوں کے روئے زیبا

محبط نور ہیں - اب تو آپ ضرور قائل ہوگئے ہوں گے - ہٹ دھرمی کا تو علاج لجلاج کے پاس بھی نہیں،، -

ساری مجلس پر سکوت کا عالم طاری تھا۔ کوئی سوال کی جرأت نہیں کرتا۔ سب نے دیکھ لیا کیسے دندان شکن جواب ملتے ہیں۔ ایك صاحب کچھ کس‌مسا کر اٹھے اور مجلس کی مہرسکوت توڑی - ،، فرمایا کیا آپ دردندان کے فقدان کو بھی برکات پیری میں شمار فرمائیں گے ؟،،

،، جناب ہاں اور دلیل سے - سنئے - دانتوں کا اصل منشا کیا ہے - آپ فرمائیں گے - دھن کا حسن اور کھانے کی لذت - میں قبول کرتا ہوں - پہلے حسن کے معاملہ میں عرض کرتا ہوں - اگر دانتوں کے ضائع ہونے سے حسن جاتا رہتا ہے تو مصنوعی دانتوں سے اضافہ ہو جاتا ہے - قدرت کی ہر چیز میں انسانی نظر سے قوُر کسر پائی جاتی ہے - صنعت اس کا ازالہ کر دیتی ہے - اگر قدرت نے آپکو دانت بدنما دئے ہیں تو ان کو رھنے دینے سے ان کا الگ کرنا بہتر ہے - جائیے دندان ساز کے مرھون منت ہوئے - اس خبر میں شك و شبہ کی گنجائش نہیں - پیرس اور لندن کی ہزارھا خاتونیں - بدقوارہ دانتوں کو نکلوا کر خوبصورت چوکا لگوا لیتی ہیں - اور حسن کو دوبالا کر لیتی ہیں - اب فرمائیے دانتوں کے ضائع

ہونے سے حسن میں کیا نقص آیا؟ کچھ اضافہ ہی ہو گیا۔ ہاں کچھ ٹکے دندان ساز کی جیب میں پڑ گئے۔ اب رہ گئی کھانے میں حلاوت۔ آپ دانتوں کو اس لئے ضروری تصور فرماتے ہونگے۔ مگر حقیقت یہ نہیں، یہ تو خفت کا باعث ہیں۔ ذرا غور فرمائیے۔ کھانے کی لذت کیا چیز ہے۔ جو چیز منہ میں جاتی ہے جب تک منہ میں ہے لذت قائم۔ جونہی پیٹ میں اتری سب کچھ غائب۔ نہ مزا رہا نہ بدمزگی۔ اسی لئے بدمزہ چیز کو جلدی سے نگل جاتے ہیں۔ اس کے بر خلاف خوش ذائقہ چیز جتنی دیر تک منہ میں رہیگی لذت دیگی۔ دانتوں کی موجودگی میں یہ مفقود ہے۔ پھر آپ کتنا کھا سکتے ہیں دس پندرہ منٹ میں کھا پی کر برابر کیا۔ اب وہ لذت کہاں۔ اگر معدہ درست ہے تو چند گھنٹوں کے انتظار کے بعد شاید پھر نصیب ہو۔ اب دوسری طرف پوپلا منہ لیجئے یہاں ایک ایک نوالہ دس دس منٹ تک منہ میں حی القائم ہے اور مزہ دے رہا ہے۔ پورا کھانا پورے گھنٹے بھر میں جاکر ختم ہوا۔ فرمائیے دیر پا لذّت کونسی رہی۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ بڑھاپا خود اور اس کی ہر چیز بطی الزوال۔ اب بھی آپ اس کی قدر نہ کریں تو خدا کی مرضی۔

ایک کڑیل جوان صاحب تن و توش میں عدیم المثال۔ کرسی پر ہاتھ ٹیک کر اور بہت اکڑ کر کھڑے ہوے اور یوں داد سخن دی۔ ,,حضور کی شیوہ بیانی جیسی سنی تھی

اس سے دو چند پائی۔ مگر ایک امر میں تردد باقی رہا۔ سنتے
چلے آئے ہیں اور اعتقاد بھی ہے کہ کبرسنی کے ساتھ غم اور
خوشی دونوں کم پڑ جاتے ہیں۔ زندگی کا مزا اگر فلسفیانہ نظر
ڈالی جائیے تو اسی تلوّن کا ثمرہ ہے۔،،

،،حضور نے جو میری قدر دانی فرمائی اِس کا میں
شکر گزار ہوں۔ اور اس کو حسن ظن اور غریب نوازی پر
محمول کرتا ہوں۔ من آنم کہ من دانم۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ
جناب کا سوال بیحد فلسفیانہ پہلو لئے ہوے ہے اور جواب
بےکاوش کے عرض نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے سے میرے خیال میں
بھی نہ تھا کہ ایسے سوال سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اپنی مقدار
کے موافق جواب عرض کرتا ہوں۔ ممکن ہے طمانیت خاطر
ہوجائے۔ سنئے۔ غم اور خوشی کی یہ حالت ہے کہ ابتداء عمر
میں ان دونوں کا اثر طبیعت پر تیزی سے ہوتا ہے۔ سبب ظاہر
ہے۔ اس زمانہ میں آدمی ان کا خوگر نہیں ہوتا۔ پہلی مرتبہ
نئی چیز کے کھانے یا دیکھنے میں جو لذت آتی ہے وہ پھر
کیوں نہیں آتی۔ آپ اپنی ذات پر تجربہ فرمالیجئے۔ بس یہی
نا! کل جدیدٌ لذیذٌ۔ جدت ایک دو مرتبہ کے بعد فنا ہوجاتی
ہے۔ اور طبیعت عادی۔ یہی کیفیت غم اور خوشی کی سمجھو۔
پہلے پہلے ان کا اثر بہت تیز ہوتا ہے خواہ وہ کسی عمر میں
ہو۔ پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ کیا خوب غالب مرحوم فرما گئے ہیں

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

یہی فلسفہ ہے جو مرزا صاحب نے اس شعر میں ادا کیا ہے۔ اگر اس کی تشریح میں صفحے کے صفحے بھی رنگے جائیں تو کم ہے۔ اب فرمائیے جواب شافی ہے کہ نہیں،،۔

وہی صاحب پھر کھڑے ہوے اور فرمانے لگے ،،جناب ہم تو ایمان لے آئے۔ حضور جو فرماتے ہیں، جواب نہیں رکھتا۔ اس مسئلہ کے حل کی تو نظیر ہی نہیں،،۔ یہ صاحب اپنا کلام ابھی ختم بھی نہ کرچکے تھے کہ ایک بڈھے میاں کھڑے ہوئے اور بولے۔ ،،حضرت! یہ تو بتائیں کہ بڑھاپے میں قلت نوم بھی کوئی مصیبت ہے یا نہیں،، جواب ملتا ہے ،،معلوم ایسا ہوتا ہے جناب بے خوابی کے مریض ہیں۔ جو ایسی دور کی کوڑی لائے۔ جناب سہر مرض ہیں اس میں سن و سال کو دخل نہیں۔ ہم نے بڈھے ایسے دیکھے ہیں جو مردوں سے شرط باندھ کے سوتے ہیں اور وہ ماشاءاللہ اس وقت زندہ ہیں۔ ان کو بار بار ٹھوکنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ بیدار رہیں۔ کہئے تو اب چل کر ملا لائیں۔ اور جوان ایسے نظر میں ہیں جنھوں نے اپنی ٹانٹیں روغن بادام ملواتے ملواتے گنجی کر لی ہیں نہ دولت ہی ملی نہ نیند ہی آئی۔ اگر آپ

یہ خیال ہے کہ سن کے ساتھ ساتھ یبوست ترقی کرتی ہے۔
یں عرض کروں گا کہ یہ غلط ہے۔ طبائع مختلف ہیں۔ کبھی
یسا بھی ظہور میں آتا ہے اور کبھی اس کے برخلاف۔ آپ کے
سوال بغیر میں ایک اور بات کا جواب عرض کئے دیتا ہوں۔
بعض آدمی ہاضمہ کی خرابی کو بھی سن کی طرف منسوب کرتے
ہیں۔ یہ ان کی کوتاہ بینی ہے۔ ایسے کھاؤ بڈھے موجود
ہیں جو ڈاکوں کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور جوان ایسے
دیکھنے میں آئے ہیں کہ ان کی نسبت یہ کہنے کو جی چاہتا
ہے۔ یہ جوانی اور مانجھا ڈھیلا "۔

ایک اور صاحب۔ "جناب یہ تو فرمائیں۔ کیا ضعف‌عضا
اور سستی مزاج اس عہد سے تعلق نہیں رکھتے؟"

"بندہ نواز! بندہ تو اس کا بھی قائل نہیں۔ یہ بہت کچھ
طریقۂ زندگی پر مبنی ہے غذا کی بے اعتدالی اور اصول حفظان
صحت کی خلاف ورزی ان علامات کے مورث ہیں۔ چونکہ
بدو شباب سے طرزعمل غلط اختیار کیا جاتا ہے۔ پھر اس
پر اصرار یوں فرمائیے کہ جوانی کی رنگ رلیاں اب جاکر
رنگ لاتی ہیں۔ رہی سستی اور پژمردگی۔ اس کا تعلق
احساسات سے ہے۔ بڑھاپا آتے ہی آدمی اپنے کو نیم مردہ اور
لذات سے محروم تصور کرنے لگتا ہے۔ اس میں بدرجہ غایت

اوھام و اقوال باطلہ کو دخل ھے ۔ اس پر مفصل بحث انشااللہ تعالیٰ تبصرہ میں کی جائے گی ۔ اب تو رھنے دیجئیے ، پھر اس کو دیکھا جائیگا،، ۔ صدر مجلس کھڑے ھوے اور فرمانے لگے ۔ ,, سوالات کافی ھوچکے اور جوابات بھی شافی مل چکے ۔ وقت زیادہ ھوگیا ۔ اگر کوئی اھم سوال رہ گیا ھو تو بسم اللہ فرمائیے ۔ ورنہ میں مقرر صاحب سے عرض کروں گا کہ جناب اپنا تبصرہ شروع فرمائیں ،، ۔ آوازیں بلند ھوئیں ۔ ,,تبصرہ شروع ھونا چاھئے ھم مشتاق ھیں،، ۔ مقرر صاحب ۔ لیجئے بحث مباحثہ ختم ھوا ۔ اگر مجھ سے کسی کی شان میں گستاخی ھوئی ھو تو میں معافی کا خواستگا ھوں ۔ اب تک جو کچھ عرض کیا وہ بحث کے پیرائے میں تھا ۔ مگر دلیل سے عاجز آجانے کے معنی یہ نہیں ھوا کرتے کہ اطمینان خاطر ھوگیا اور جو باتیں میں منوانی چاھتا تھا وہ سب مان بھی گئے ۔ شعر

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

اس میں خاطر اور لحاظ کا بھی دخل ھے ۔ اصل بات یہ ھے کہ دلائل منطقی فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتے ۔ اور یہ تصور کرنا ھماری کج فہمی کی بیل ھے ۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

سنا ہے کہ ایک مرتبہ سرسید کے صاحبزادہ جسٹس محمود نے آدمی کو بڑ کا درخت ثابت کردیا اور مخالف کو ساکت کردیا ۔ اب فرمائیے کیا اس کے یہ معنی ہوئے کہ آدمی واقعی بڑ کا درخت ہے ۔ پھر دلیل کی کیا قدروقیمت رہی ۔ مگر ہم دلیل بغیر راستہ ہی نہیں چلتے ۔ یہاں تک کہ جہاں دلیل کی گنجائش نہیں وہاں بھی دلیل کے طالب ہیں ۔ آپ فرمائنگے جب برھان اور بینہ کا یہ حال ہے تو پھر وہ کیا ہے جو قابل اعتبار ہے ۔ جناب وہ وجدان سلیم ہے ۔ مگر ''سلیم'' کی قید للابد ۔

یہ ماحصل ہے تعلیم اور ماحول کا ۔ سوال یہ ہے کہ کیا انگریزی تعلیم اور اس کی درسگاھوں کے ماحول وجدان سلیم پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ میں عرض کرونگا ، ہرگز نہیں ۔ مگر یہ ''نہیں'' ہندوستان کے واسطے ہے یورپ کے لئے نہیں ہندوستان کی سر زمین میں انگلستان کا پودا بارور تو ہوتا ہے مگر بار ترش سے کچھ تو زمین اور آب و ہوا ناسازگار ہے اور کچھ ابتدائے حال ہے ۔ شعر

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ابھی یہ نئی روشنی کی تعلیم معراج کمال کو نہیں پہنچی کچے پکے بیر اور ان کا بھی ڈھیر لگا دیتی ہے ۔ خود شیکسپیر کا

قول ہے۔ آبِ چشمۂ علم یا سیر ہو کر پیو یا لب تک تر نہ ہونے دو۔ جہالت اگر پر خطر ہے تو کم علمی اس سے بالا تر ہے۔ کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی چال بھول گیا۔ لگا دم ہلانے۔

یہی حال ہمارے نو تعلیم یافتہ نو عمروں کا ہے۔ ان پر فیشن کا بھوت مستولی ہے۔ حتیٰ کہ مذہب بھی اس کی زد سے نہ بچا۔ بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔ یہ پیروان مذاہب حق و باطلہ کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ یہاں یہ نہیں کہ حق آیا اور باطل کافور ہوا بلکہ باطل آیا اور حق کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبا۔ اس میں نہ حق کا قصور ہے نہ باطل کا۔ سارا نقص دلیل بازی کا ہے۔ جادۂ وِجدان سلیم سے منحرف ہوئے۔ پھر اِدھر کنواں ہے اور ادھر کھائی۔ لغزش دلائل اظہر من الشمس۔ اس کے فدائی کا بجز ضلالت و گمراہی کہاں ٹھکانا۔ دل میں خدا کا کتنا ہی یقین ہو نماز اور روزے کے بھی پابند ہوں، نذرونیاز بھی کرتے ہوں۔ مگر جب یاران طریقت کے ہمنشیں ہوتے ہیں تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ خدا نہیں۔ اس کے خلاف کہنا اپنی جہالت کا اعتراف ہے۔ کیا کریں فیشن یہی ٹھیرا خدا غارت کرے اس فیشن اور تعلیم کو جو اندر بیٹی اور باہر بیٹا سکھائے۔ باوجود سمجھانے بجھانے کے اس پر اصرار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی عقلوں پر خدا کی مار ہے۔ میں کلام کے موضوع سے بھٹکا جا رہا ہوں۔ وِجدان سلیم کے ذکر کرنے کا

منشا یہ تھا کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے جس کی تکمیل امتداد یاؔم کرتے ہیں ۔ جوانوں میں پایا جاتا ہے مگر بہ احد اتم نہیں ۔ یہ عطیہ کبر سنی کے ساتھ وابستہ ہے ۔ ربِّ زدنی علماً ۔ اور وہ یہی علم ہے ۔

بڑھاپے کے انعام بے شمار ہیں۔ ایک کا ذکر ہو چکا اب دوسرے کی باری ہے ۔ کبھی سنا ہوگا ۔ نساءُ کم حرثٌ لکمُ ۔ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں ۔ کیوں بھائی کیا مطلب ہوا ۔ یہی نا کہ تم بیج ڈالو اور درخت سے امید وار رہو ۔ باغبان پودا لگا رہا ہے ۔ بتاؤ اس کی کیا آرزو ہے ۔ یہی نا کہ اس کا پھل کھائے ۔ تمہارا پودا اولاد ہے ۔ جوانی اس کے سینچنے میں بیت گئی ۔ بڑھاپا پھل کھانے کا وقت آیا ۔ اور پودے ایک پھل لاتے ہیں ، یہ دو پھل لاتا ہے ۔ کہو گے وہ کیا ہیں ۔ بھائی کمائی اور اولاد کی اولاد بیٹا ہوا جب جانئے جب بیٹے کے گھر بیٹا ہو ۔ پہلا پھل کم شیریں نہیں مگر دوسرے کی حلاوت جو چکھے اسی کا دل جانے ۔ دادا کے دل سے پوچھو کہ پوتا پوتی شاہدان خلخ و نوشاد سے زیادہ نظر فریب ہوتے ہیں ۔ پھر بہو داماد اور ان کی بیل باڑی کیا بہار کشمیر اور غوطہ دمشق کو نظروں میں ہیچ نہیں کر دیتی ۔ لو ہم کہتے ہیں جاؤ وہاں جارہو ۔ دو دن میں اکتا جاؤگے اِن کو دیکھنے کو جی لوٹ پوٹ رہے گا ۔ ہاں ایک بات ہے ۔ چشم بصیرت اور قلب رحیم درکار ۔ اگر یہ نہیں تو

بڑھاپا مظہر لعنت ہے ، موجب رحمت نہیں۔ پھر یہ نعمائے بہشت اگر جوانی بیچ کر مول لو تو کیسا سودا رہا ، فائدہ کا رہا یا نقصان کا۔ شرط یہ ہے کہ اولاد کی تعلیم اور تربیت میں جان لڑا دی ہو۔ وہ باغبان حقیقی معنی میں باغبان نہیں جس نے پودا لگایا اور چلتا پھرتا نظر آیا ، اس نعمت سے محروم ہے۔ خدا اسے بڑھاپا نصیب ھی نہ کرے۔ نہیں تو مٹی پلید ہوتی ہے۔ اور کیوں نہو ، نفس پرستی کا یہی انجام ہے۔ تم جانتے ہو وتِ خفی کیا چیز ہے۔ بری ہے مگر اتنی بری نہیں جتنی وتِ جلی اولاد کے پیدا ہوتے ھی یا اِس سے پہلے ضائع کرنا وتِ خفی ہے مگر وتِ جلی میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اولاد کو رانڈ کا سانڈ بناکر بے تعلیم و تربیت چھوڑ دینا۔ روح وقیع ہے یا جسم۔ تعلیم روح کا کھاجا ہے اور جسم زمین کا مال ، خود اولاد کی تعلیم سے اعراض ہے اور اولاد پر اعتراض۔ تو بجائے پدر چہ کردی خیر۔ کہ ہماں چشم داری از پسرت شکایت کا محل نہیں کوزہ گر دست مرتعش سے کوزہ بناتا ہے وہ کج مج بنتا ہے۔ فرمائیے اس میں قصور کوزہ گر کا ہے یا کوزہ کا۔

یہی حال اولاد کا ہے۔ تم کوزہ گر ہو ، جیسا چاہو کوزہ بناؤ۔ تعلیم اور تربیت کوزہ کو سیدھا اور ٹیڑھا کر دیتی ہے۔ قصور اپنا دوسروں کے سر تھوپتے ہو۔ قطعہ

زنانِ باردار اے مرد ہشیار
اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزدیکِ خرد مند
کہ فرزندانِ ناہنجار زایند۔

سبحان‌اللہ حضرت سعدی کا مقولہ ہے۔ مگر اتنا نہ سوجھا کہ مولود سب سرشت میں رشید ہوتے ہیں۔ماحول شقی اور سعید بناتے ہیں۔ خیر اس کو جانے دیجئے۔اس معاملہ میں تو آپ بڑھاپے کو با برکت چیز تصور فرما لیں گے۔اور سنئے، کیسی دل جلے کا یہ قول ہے۔ ،،بیٹوں کو لے گئیں چڑیلیں اور بیٹیوں کو لے گئے بھوت، ہم رہ گئے اوت کے اوت،،۔ کیوں جناب آپ نے بیٹوں کے لئے حوریں کیوں نہیں تلاش کیں جو چڑیلیں لے بھاگیں۔ اور بیٹیوں کے واسطے غلمان کیوں نہیں پیدا کئے جو بھوت لے اڑے۔ کیا انہوں نے اپنی شادیاں اپنے آپ کرلی ہیں۔یہ تو ہمارے ملک کا دستور نہیں۔ پھر اعتراض کا کہاں محل۔ اولاد اگر شکایت کرے تو بجا۔ آپ کا تو منہ نہیں۔ مگر بھائی یہ سب غلط۔بہوئیں چڑیلیں اور داماد بھوت آپ کی ناعاقلانہ روش کا ثمرہ ہے۔خود تو ان کے لئے کوئی تکلیف گوارا فرماتے نہیں۔ فرمان دھی کے تخت شاہی پر متمکن ہوجاتے ہیں اور فرمان بری کے متمنی۔ پھر ان کو موردالزام ٹھیراتے ہیں۔ فرائض اور حقوق توام ہیں۔ اپنا

حق طلب کرتے ہو تو فرائض بھی انجام دو ۔ یہ بھتنے کی چڈّھی نہیں ۔ تم کو اپنی تو برائی نہیں سوجھتی دوسروں کی سوجھتی ہے ۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو تمہاری عمر کے آخری لمحوں کو تلخ کر دیتی ہیں ۔ ہمدردی اور رحم کا برتاؤ کرو اولاد کی اولاد پر جان نثار کرو اور یہ اسی قابل ہیں ۔ پھر دیکھو مرنے کو جی چاہتا ہے یا جینے کو ۔ تم تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہو ۔ اور زخم اولاد کے سر تھوپتے ہو ۔

پھر بڑھاپا بدنام ہوکر برا آپا بن جاتا ہے ۔ بیٹے تم سے نفرت کرنے لگے ہیں ۔ بہوئیں تم سے بیزار ہوجاتی ہیں ۔ سب اپنا اپنا راستہ لیتے ہیں ۔ بڑے میاں درخت کے ڈھنٹ کی طرح پڑے پڑے سوکھ کر رہ جاتے ہیں ۔ نہ کوئی نام لیوا ہے نہ پانی دیوا ۔ اپنے چھوٹوں کے ساتھ صحیح طرز عمل اختیار کرو ۔ ہر حال میں شفقت کرو ، ان سے اطاعت چاہو ۔ پھر اگر اطاعت کے خلاف ظہور میں آئے تو ناک کان حاضر ہیں ۔

اب بڑھاپے کی دوسری برگزیدگی کو لیجئے ۔ ہر فرد بشر طالب عزوجاہ ہے ۔

کونسا دل ہے جو اس خیال سے خالی ہے ۔ دنیا میں مرتبہ اور وہ بھی جھوٹا مرتبہ حاصل کرنے کے واسطے کیا

گیا نہیں کیا جاتا ۔ جن کا منہ دیکھنے کو جی نہ چاہے ان کے
دروازے جاکر کھٹکھٹائے جاتے ہیں ۔ عزت کے بدلے ذلت نصیب
ہوتی ہے ۔ پھر بھی لپٹے جاتے ہیں ۔ مال اور دولت پانی کی
طرح بہاتے ہیں ۔ یہ سب کیوں کہ کوئی خطاب ہاتھ لگ جائے
اور مرتبہ میں اضافہ ہو ، یاروں میں اینٹھے اینٹھے پھریں ۔ صاحب
خان بہادر آتے ہیں ۔ جناب خانصاحب تشریف لاتے ہیں ۔ اگر
ڈھول بھی لیکر پیٹیں تو بھی سب کو خبر ہونے والی نہیں ۔
ہاں ایک ترکیب ہے گلے میں سائن بورڈ لٹکائے پھریں یا پیچھے
پیچھے ڈھنڈ ورچی رکھیں ، وہ کہتا جائے : خان بہادر آتے ہیں
سر آتے ہیں نگاہیں پیروں پر رکھو ۔ پھر بھی دیکھئے کوئی
پرسان حال ہو یا نہ ہو ۔ کبھی حکومت کی طرف سے خطاب
ہے اور پبلک کی طرف سے عتاب ۔ یہ زمانہ کی گردش ہے ۔
خطاب واپس بھی کرنے پڑ جاتے ہیں ۔ کبھی ہمنشینوں میں
اس سے ذلت ہے کبھی عزت ، ایسی جھوجری عزت کو سلام ۔ اس کے
لئے کن کن مذلتوں کے گن گن کر شکار نہیں ہوتے ۔ پھر اس
متزلزل عزت کے حصول پر دعوتوں کی بھر مار ۔ مبارکباد سنتے
سنتے کان بھرے ۔ اب اللہ میاں کی دی ہوئی بزرگی کا حال سنئے
جہاں ڈاڑھی اور سر سفید ہوا ، یہ اوازیں چاروں طرف سے
کان میں پڑیں ۔ بڑے میاں تشریف لائیے ۔ بڑے صاحب آئیے ۔
جو ہے تعظیم کر رہا ہے ۔ جھک جھک کر سلام ہوتے ہیں ۔

کوچہ و بازار میں بے نقارچی کے پھرئیے۔ اللہ میاں کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ دور ہونا ناممکن۔ واپسی محال۔ عزت گلے کا ہار۔ ذلت کافور۔ مگر حضور ہیں کہ ماش کے آٹے کی طرح اینٹھے ہی چلے جاتے ہیں۔ جوانی کے فراق میں بہ چشم گریاں اور بہ سینۂ بریاں سو گوار ہیں۔ ماشاءاللہ کیا عقل ہے۔ ارے بھائی لوگ تو عزّت جان بیچ کے آبرو کھو کے مول لیتے ہیں تمہیں تو ہلدی لگی نہ پھٹکری گھر بیٹھے ہاتھ آئی۔ پھر شکر گزاری کا نام نہیں۔ بڑے نا شکرے ہو۔ جاءالشیب ذھب الخیب، مذلّت ساری جوانی کے ساتھ رخصت ہوئی، اب تو عزت کا دور دورہ ہے، جتنی خوشی مناؤ کم ہے۔ مگر دنیا اوندھی۔ کبیر نے کیا خوب کہا ہے۔

چلتی کو گاڑی کہیں اور اصل مال کو کھویا
رنگی کو نارنگی کہیں یہ دیکھ کبیر رویا

ذرا دیکھو تو ایک بڈھے دو کوڑی کے مزدور کی عزّت کی جاتی ہے اور جوان کروڑ پتی کی کوئی بات بھی نہیں پوچھتا۔ تمہاری چشم بصیرت پر پردے پڑے ہیں۔ خدا ان پردوں کو اٹھائیے۔ آنکھ حق بیں ہو اور کان حقیقت نیوش ہو تو پھر دیکھو ساتوں طبق روشن ہوجاتے ہیں یا نہیں۔ میرے ہم‌سن بھائیو! بڑھاپے کی مدح و ثنا سنتے سنتے کہیں آپے

سے باہر نہ ہو جانا ۔ لگو اینٹھنے کہ ہم بھی کچھ ہیں ۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ حقوق اور فرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو اپنے حق ساتھ للاتا ہے ۔ وہ فرائض کی انجام دہی ہے ۔ کیوں بھائی ! یہ سن کر چھکے چھوٹ گئے ہوں گے ۔ ہم تو استحقاق کے متمنی تھے ۔ فرائض کس کمبخت نے مانگے تھے ۔ آئے تھے نماز بخشوانے الٹے روزے گلے پڑے ۔ بھائی یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں ، ان سے مفر نہیں ۔ چلو خیر جو ہوا سو ہوا ۔ اب بڑھاپے کے فرائض سنو ، یہ نہیں ہونے کا میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو ۔ تم خلعت پیری سے سر فراز ہو ہو ، یہ حلۂ بہشتی دھوپ سا سفید اور موتی سا آبدار ہے ، شعر

موتی کی سی آب ہے عزت جا کے نہیں آتی پھر حرمت

دیکھو اس پر داغ دھبا نہ لگنے پائے ، نہیں تو دور سے نظر آئیے گا ، یہ سیاہی نباشد کہ رنگ میں رنگ مل گیا ۔ اگر ملکوتی حلہ ہے تو ملکوتی خصائل بھی درکار ہیں ۔ جوانی کی شیطنت جوانوں ہی کو زیبا ہے اور قابل اعتذار بھی ہے ۔ حسنات الابرار سیات المقربین ، قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہے جو پہلے لغزشیں تھیں اب خطائیں ہیں ۔ اکبر دہلوی کا ایک قطعہ سنئے ۔

اب ضمیرِ پاک طینت لطف فرمانے لگا
اب میں اپنی لغزشوں پر اپ پچتانے لگا
ھو چکا اکبر یقیناً ھو چکا عہدِ شباب
اب گناھوں میں گنہگاری کا رنگ آنے لگا

یہ تو بد و پیروی کا حال ھے۔ آگے راہ صراط ھے جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ اس پر چلنا ھے۔ ذرا قدم لڑکھڑائے اور کہیں کے نہ رھے۔ جوانی کے رطب و یابس سے کنارہ کشی اختیار کرو اور عروس پیری کو سینہ سے لگا لو۔ دیکھو اس دلہن کی عصمت پر آنچ نہ آئے۔ شعر

رقت پیری شباب کی باتیں   ایسی ھیں جیسے خواب کی باتیں

بھائیو! جس قدر جلد اس خوشگوار یا ناخوشگوار خواب کو بھلا سکتے ھو بھلا دو نہیں تو جان لینا بدنامی گلے کا ھار ھوگئی۔ منہ دکھانے کو جگہ نہیں رھی۔ لو اب بڑھاپے کے فرائض سنو۔ یہ شرط نہیں کہ اس کان سنی اور اُس کان اڑا دی۔ آؤ تم کو انگریزی کی ایک مثل سنائیں۔ زن پیر۔ دوست قدیم۔ مئے عتیق۔ نعمائے عظمیٰ ھیں۔ کیوں بھائی پوپلی بڑھیا، سر سفید، چہرے پر جھریاں، واہ کیا خوب نعمت ھے۔ خیال سے کراھت آتی ھے یا نہیں۔ رنگ بھی سنولا گیا۔ کیوں نہ ھو سن بھی تو ساٹھہ کے لگ بھگ آگیا۔ کبھی بیگم صاحبہ

کے قدم چومے جاتے تھے۔ اب وہ دن کہاں۔حضور تو ان سے بھی بڑے ہوں گے۔

پھر ہرج ہی کیا ہے۔عورت بیسی اور کھیسی، مرد ساٹھا اور پاٹھا۔ دولت کو تو گھن لگ رہا ہے اولاد بھی ایسی زیادہ نہیں۔ اور ہو بھی تو کیا۔بزرگوں کا قول ہے۔ دولت اور اولاد ایسی چیز نہیں جس سے پیٹ بھر جائے۔ دو چار بچے ہو جانے کیا بات ہیں۔زن جوان و مرد پیر ہر سال بچہ بگیر بڑھیا کو داخل دفتر کر دیجئے۔ نوخیز دل فریب گل اندام نازنین۔عارض پہ جسکے بار ہو دامن نگاہ کا۔ جائیے ایسی کر لائیے۔ تلاش کی ضرورت نہیں۔ حکم کی دیر ہے۔ بہت سی منھہ پھیلائے بیٹھی ہیں۔ دولت کی چاٹ بلا کی ہے۔لاسا لگایا اور مکھی چپکی۔ انگلستان کے شاعر عاشق مزاج میاں بائرن فرماتے ہیں۔

حسینان جہاں پروانہ وار روشنی پر گرتی ہیں۔
جہاں فرشتوں کا گزر نہیں وہاں لچھمی کے لئے راہ کشا دہ ہے۔

مردوں کو تو چار روا ہیں۔اور یوں دیکھو تو طلاق کا بھی اختیار۔ بھائی بڑی غلطی ہوئی پہلے سے ہمسا یار نہ ملا جو یہ سمجھاتا۔ شعر

زنِ نو کن اے یار در ہر بہار   کہ تقویم پارینہ ناید بکار

خیر ہر وقت تلافئ مافات کا وقت ھے - مرتے دم تک توبہ کا دروازہ کھلا ھے - پہلے نہ سہی اب سہی - گیا وقت پھر ھاتھہ آتا نہیں -

بڈھے کی دار و جوان - مال کو گنگا جمنی کو لو - ھائے افسوس یہ خیالات ھیں جو بوڑھی ڈاڑھیوں کو کلف لگا رھے ھیں شعر

عقل کہتی ھے کہ دنیا پر بس اب تف کیجئے
نفس کہتا ھے ابھی چندے توقف کیجئے

بھائی بڈھو! ذرا گریبان میں منہ ڈالو - جو یہ سلوک بیویوں کا ھو تو کے بیسی کے ساتھہ ھوں - اگر ایک کو نوجوان کی طرف رغبت ھے تو دوسرے کو کیوں نفرت ھو - اخر ھم جنس ھیں - طینت میں ایک - جذبات میں یکساں - باطل پرستی اسی کا نام ھے - مٹی پلید کرنی ھو تو کرو - یہ جان نثاری کا وقت ھے شہوت پرستی کا زمانہ نہیں - ھر فردِ بشر تم پر عزت کی نظر ڈالتا ھے - تم محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو - یہی اس عہد کا سنگھار ھے - ذرا کر کے تو دیکھو، کیسا دل مسرور اور کلفتیں دور ھوتی ھیں - چھوٹوں کو بیٹی بیٹا سمجھو، محبت کرو اور محبت کرواؤ - یہی اس سِن کا تقاضا ھے -

خوشیاں بہت تھوڑی ھیں اور غم بہت۔ اؤ تمہیں بتائیں غم کو کم اور خوشی کو زیادہ کر دکھائیں۔ اگر ذاتی خوشیوں کے متمنی ھو یہ جتنی لکھی ھیں اتنی ھی ھیں اور بس۔ اضافہ نا ممکن۔ دوسروں کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں بنالو۔ اور رنج کو رنج۔ دونوں میں مسرت۔ لو ھمارے دونوں میٹھے۔ عاقبت بخیر اور دنیا بہ سلامت۔ سبحان اللہ کیا لٹکا ھے تم کو صحت کی شکایت ھے۔ ڈاکٹر اور حکیم نسخے تجویز کیا کریں۔ دارومدار تو عصباتی حالت پر ھے۔ باور نہ آئے تجربہ کر دیکھو ھمیں گو و ھمیں میداں۔ لیجئے آج کا دن مسرت و شادمانی میں گزرا خوب کھانا ھضم ھوا۔ طبیعت بشاش رھی۔ کیا کوئی وید جی کا چورن کھالیا تھا۔ دوسرا دن آیا۔ بدقسمتی سے غم و الم ساتھ لایا۔ شام کو بھوک نہ پیاس، پیٹ نفخ، طبیعت نڈھال کیا آج چورن کھانا بھول گئے، نہ اس دن چورن کھایا نہ آج سارے عصباتی تغیر کے کرشمے ھیں، پھر اگر عمر کا بڑا حصہ حسب مراد گزرا تو صحت درست رھی، بڑھاپا آیا مگر دیر میں، یہ تو اپنے ھاتھ نہیں کہ ناخوشگوار واقعات واقع ھی نہوں۔

سچ یہ ھے، ھم پہلے ھی اعتراف کر چکے ھیں، بس علاج واحد ھے، خوشیوں میں اضافہ فرمائیے، یار اور اغیار کی خوش بختیوں کو اپنی تصور کیجئے، حقد و حسد کو پاس نہ

پھٹکنے دیجئے ، اس میں آپ ھی کا نفع ھے ، جل کے کیا لوگے
اپنی ھی کچھ کھوؤگے ، اے حسود بمیر کیں رنجیست کہ بجز مرگ
دار و نتواں کرد ، کیا خوب حضرت سعدی فرمآگئے ھیں ، اگر
تسلی نہ ھوئی تو اور سنئے ، نوکر نے کام بگاڑا ، حضور کو غصہ
آیا ، خوب خفا ھوئے اور مار نے تک کو پل گئے ۔ وہ پٹ پٹا کر
کونے میں جا دبکا ، اور اس کا اثر جناب کی صحت پر پڑ گیا
طبیعت بے کیف ، پلنگ پر جا لیٹے ، مزاج چڑچڑا ھو گیا ، جو
آیا اسی کی ہانگ لی ، بیوی بچے الگ پریشان ، اپنی وبا
سارے گھر میں پھیلا دی ، ملاحظہ ھوا ، یہ آپ کے غصہ کے نتائج
ھیں ، ٹال ڈول دیجیے اور اس بلا کو دفع کیجئے ، اسی میں
راحت ھے اسی میں آرام ، یہی کاظمین الغیظ و عافین عن النّاس
کی تفسیر

آئیے ایک بڈھے میاں آپ کو دکھائیں اور ان کے حالات
انہی کی زبانی سنائیں وہ بڑے میاں کھٹ کھٹ کرتے چلے
آتے ھیں ، عصائے پیری دردست ، کمر دُھری ، دوسرا ھاتھ الٹا
کرکے کمر پر رکھہ چھوڑا ھے ، چاروں ابرو سفید ، اگلے وقتوں
کے آدمی ھیں ، سر پر پٹھے ، چندیا گنجی ھو چکی ھے ، جھالر بن
کر رہ گئے ، مگر وضع داری میں فرق نہ آیا ،

''کیوں بڑے میاں ایسے اداس کیوں ھو''

''بھائی کیا کہیں کوئی پرسانِ حال نہیں''

''کیا بال بچے گھر والی کوئی باقی نہیں رہا؟'' ''نہیں
بھائی ماشااللہ پڑواڑ بھرا پڑا ہے، مگر ہمارے پاس آکر کوئی
پھٹکنا بھی نہیں'' ''اور بیوی؟'' ''دوکین دونوں مرگئیں''
''ان سے اولاد تو ہوگی؟'' ''پہلی سے دو لڑکے ایک لڑکی،
دوسری سے دو لڑکے بیاہے تہاہے بال بچوں والے''۔ ''پھر ان کو
کیا ہوگیا باپ کی خبر تک نہیں لیتے''

''بھائی زمانہ کا یہی رنگ ہے۔ اولاد ساری ناخلف۔''
''بڑے میاں اچھا یہ تو فرمائیے جب پہلی بیوی گزر گئیں تو
اپ نے اولاد کے ساتھہ کیا کیا؟''

''بھائی عمر تو خاصی آگئی تھی مگر گھر والی بغیر گھر
سونا تھا۔ شعر

ایک کا کچھہ جینا نہیں ہوتا ایک نہ ہنستا بھلا نہ روتا

میں دوسری بیاہ لایا۔ بچے ماں کے لئے بلکتے رہے۔ میں
کیا کرتا اس نیک بخت کو تو اللہ میاں نے اٹھالیا۔ دوسری
سوکن کے بچوں کو دیکھہ نہ سکی، اس میں میرا کیا قصور
بچوں کا ماموں آیا اور اپنے گھر لے گیا۔ اسی کے گھر پلے،
بڑے ہوئے، اب تک اسی کو باپ کہتے ہیں ''۔ ''پھر آپ نے ان
کی خبر گیری کی؟''

''ہاں بھائی برس چھہ مہینے میں جاکر دیکھہ آتا تھا مگر

وہ بھی بیوی سے چھپواں ، اگر معلوم ھوجاتا تو دو دو دن روٹی نہیں کھاتی اور منہ تہتائے پڑی رھتی۔ کیا کروں اس کے ھاتھہ سے مجبور تھا۔ پھر بھی جو ھوسکتا کرتا۔ بیٹی مرگئی اس کے جنازے پر بھی جانا نصیب نہیں ھوا۔ '' اچھا بڑے میاں دوسری بیوی کے لڑکوں پر تو جان فدا کی ھوگی وہ کیوں فرنٹ ھوگئے ؟ ''

غم کی داستان نہ پوچھو۔ یہ بچے اپنی ماں کے بڑے لاڈلے تھے ۔ لاکھہ تعلیم تربیت کرنی چاھی۔ اس نیک بخت نے ایک نہ سنی ۔ لڑکے بگڑ گئے ، برے فعلوں میں پڑگئے۔ روک ٹوک اماں جان نے کرنے نہ دی ۔ وہ تو مر گئیں ۔ بلا ھمارے سر پر دھر گئیں۔ میں ھی مر جاتا تو پاپ تو کٹتا۔ '' اچھا تو بڑے میاں کیا مرنے کو جی چاھتا ھے؟ ''

'' ھاں بھائی کیا کریں زندگی دوبھر ھو گئی ھے ، بلا سے کسی کی آئی ھمیں آلگ جائے ، جو اس سے پنڈ چھٹے۔ '' اچھا تو یہ لو گولی حاضر ھے ۔ گولی اندر اور دم باھر''۔ ''ارے مردود تو کب کا دشمن نکلا۔ ھمارا مرنا چاھتا ھے''۔ '' نہیں حضور خدا نہ کرے میں کیوں چاھنے لگا۔ آپ نے میرا بگاڑا ھی کیا۔ حضور نے موت کی ارزو کی تو عرض کیا۔ آپ خفا نہ ھوں۔''

''تو کیا میں حرام موت مروں؟۔ لعنت تیری صورت پر ، میں تجھ سے بات بھی نہیں کرتا۔ لیے میں چلا''

''نہیں ہرگز نہ مرئیے، ابِ حیات پی لیجئیے۔''

بھائی بڈھو! سن لیا۔ اس میں بڑھاپے کا قصور ہے یا خود بڑے میاں کا۔ خود کردہ را چہ علاج۔ نہ نفس پرستی کرتے نہ یہ مصیبت مول لیتے۔

اب آپ صاحبوں سے میری ایک عرض ہے۔ کوئی صاحب میری مدد فرمائیں میں مشکور ہوں گا۔ کیوں کیا سمجھے؟ یہی سمجھے ہوگے بڈھا آدمی ہے، بکتے بکتے تھک گیا۔ کھڑے کھڑے پاؤں شل ہوگئے۔ کوئی آئے اور اس کا ھاتھہ بٹائے۔ نہیں صاحب یہ بات نہیں۔ میں تھکا نہیں۔ میری زبان ہے چلتا ھوا میرا ھتیار، صرف ضرورت یہ ہے کہ کوئی صاحب جنھوں نے سمندر میں طوفان آنکھوں سے دیکھا ھو، اس کی کیفیت بیان فرمائیں۔ پڑھا اور سنا ہے مگر دیکھا نہیں۔ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔ کہوں گا تو اوٹ پٹانگ ھوگا، لطف نہ آئے گا۔

ایک نوجوان صاحب بڑے اوٹ سے چھڑی پر بوجھہ دیکر کھڑے ھوے۔ یہ صاحب بلند بالا ھیں۔ گورا رنگ ہے، سر سے پاؤں تک مجسم فیشن، ڈاڑھی سرشام کی گھٹی ہوئی مونچھیں ھیں تو سہی مگر یونہی سی۔ بس نام چار کو، ایک چیز قابل ذکر ہے۔ وہ ٹائی پن کا ھیرا ہے، چاندنی رات میں سہا بن کر چمک رہا ہے۔ مقرر صاحب نے بلایا۔ وہ اسٹیج

کی طرف چلے۔ مگر ایک ادائے خاص سے۔ ہر قدم نپا تلا پڑتا ہے۔
گویا ناچ گھر میں کسی مِس کو ساتھ لئے ناچنے جارہے ہیں۔
صدر انجمن سے اجازت لی، وہ بھی انداز معشوقانہ سے خالی
نہ تھی۔ پہلے بو کیا۔ پھر کمر ٹیڑھی کر کے کھڑے ہوئے۔
اجازت ہو گئی، لیجئے ان کی تقریر سے لطف اٹھائیے۔

"صدر مجلس اور حاضرین پرتمکین۔ ارشاد کی تعمیل
کو بندہ حاضر ہے۔ عرض یہ ہے کہ تعلیم کے سلسلہ میں بندہ
انگلستان گیا جیسا بن پڑا بری بھلی حاصل کی۔ واپسی پر
بھی سفر کا شوق دامنگیر رہا۔ سفر بار بار کئے مگر طوفان سے
کبھی دوچار نہیں ہوا۔ الاماشاءاللہ ایک مرتبہ یہ خیال بندھا
کہ خلیج بسکے کی راہ سے انگلستان چلئے۔ اور طوفان کی سیر
کیجئے۔ یہاں کی شہرت سنی تھی، چل پڑا۔ جبل الطارق پار
ہونا تھا، چاہیں آپ اسے خوش قسمتی فرمائیں یا بد قسمتی۔
ابر نمودار ہوا، اور ہوا سرسرائی۔ پانی کا رنگ کالا پڑ گیا۔
اناً فاناً میں آسمان پر دل بادل امنڈ آئے۔ ہوا فراٹے بھرنے لگی
توپ خانے نصب ہو گئے۔ گولہ باری شروع ہو گئی۔ بجلی نے
ماہتابیاں روشن کردیں۔ موجیں کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں بن
گئیں، تو چل میں آیا۔ مینہ موسلا دھار پڑ رہا ہے۔ دس
گز پرے کی چیز نظر سے غائب۔ جہاز اندھی میں پتے کی طرح
اڑا پھرتا ہے۔ ہر موج کا پہاڑ تحت الثریٰ میں پہنچا دینے کو

تیار ۔ مگر فضل الٰہی شامل حال ۔ موج پر چڑھتا ہے اور نیچے آن رہتا ہے ۔ ہوا کے تھپیڑے لگتے ہیں مگر پاش پاش نہیں کرسکتے ۔ جہاز لڑکنیاں کھارہا ہے ۔ ہر چیز ڈگمگا رہی ہے ۔ بڑے بڑے عدد ابھی یہاں تھے ابھی وہاں ۔ قرار اور سکون کا پتہ نہیں ۔ ایک قدم اٹھانا ناممکن ۔ جو چل رہے ہیں پیٹ کے بل اور یہ صرف کارپردازانِ کشتی ہیں ۔ باقی اوندھے پڑے ہیں، پھر بھی چین نہیں ۔ کبھی ادھر جاپڑتے ہیں کبھی اُدھر ۔ خود کپتان صاحب کے چھکے چھوٹ گئے ۔ تیراکی کی پیٹیاں باندھ لینے کا حکم صادر ہوچکا ہے ۔ سب دست بدعا ہیں کہ خدا خیر کرے ۔ اتنے میں بادل پھٹا، ہوا رکی اور قدرے سکون ہو گیا ۔ سب کی جان میں جان آئی ۔ بڑی کل بَل ٹلی ۔ آگے کیا عرض کروں لحظہ بہ لحظہ امن و عافیت میں ترقی ہوئی ۔ اب میں اجازت کا طلبگار ہوں "۔ یہ کہکر یہ صاحب اپنی جگہ پر جا بیٹھے ۔

مقرر صاحب پھر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے ۔ "آپ نے طوفان کا حال سن لیا ۔ واقعی جس انداز سے بیان ہوا ہے وہ قابل قدر ہے اور تحسین کا مستحق ۔ اب فرمائیے وہ کون ہے کہ جو تلاطم کو پسند کرتا ہو اور سکون سے متنفر ۔

جناب عالی ۔ زندگی سمندر کا سفر ہے ۔ سکون بھی ہے

اور تلاطم بھی ۔ جوانی تلاطم کا زمانہ ہے اور پیری سکون کا عہد ۔ جوانی کے جوش کے سامنے سمندر کا جوش مات ہے ۔ اس کے شور و شر سے خدا کی حفظ و امان ۔ اگر حکم ہو تو اس کا نقشہ کھینچکر دکھاؤں ،، ۔ آوازیں بلند ہوتی ہیں ,, ضرور ،، ۔

اب مقرر صاحب اکڑ کر فرماتے ہیں ۔ ,, ہم بھی کبھی جوان تھے ۔ کیوں صاحب کیا اس میں کچھہ شبہ ، ہے اگر ہو تو گواہیاں حاضر ہیں ۔ آپ فرمائیں گے یہ بڈھا تمسخر کرتا ہے ۔ نہیں نہیں میں تمسخر نہیں کرتا ۔ امرِ واقعہ ہے ۔ جوان جب بڈھوں سے ملتے ہیں تو یہ سمجھہ لیتے ہیں کہ وہ کبھی جوان ہی نہ تھے ۔ ماں کے پیٹ سے بڈھے ہی پیدا ہوئے تھے ۔ خود بڈھے بھی اس خیال سے بری نہیں ۔ اگر ایسا نہ ہو تو بہت سی برائیاں دور ہوجائیں ۔ خیر جوانوں کے سمجھنے سے تو زیادہ هرج نہیں ۔ مگر بڈھوں کی غلط فہمی قیامت ڈھا رہی ہے ۔ ان کو اگر اپنی جوانی کا شوروشر یاد ہو تو جوانون کی گلو خلاصی ہوجائے اور ہر وقت کی دانتا کِل کِل سے نجات ملے ۔ یہی جوانوں اور بڈھوں میں مغائرت کا باعث ہے ۔ ع
کند همجنس با همجنس پرواز ۔ یعنی بڈھے بڈھوں اور جوان جوانون میں مل کر بیھٹتے ہیں ۔ اس میں بڑا ضرر ہے بڈھے جوانوں کی زندہ دلی سے محروم اور یہ ان کے تجربہ سے مہجور ۔ شعر

زندگی زندہ دلی کا ھے نام ھے
مردہ دل خاک جیا کرتے ھیں

خلط کا نتیجہ ہمیشہ خوشگوار ھوتا ھے ۔ یہاں یہ اپنی عزّت پر مٹے بیٹھے ھیں ۔ اور وہ بزرگ داشت کرتے کرتے مر مٹے ۔ سارا مطلب فوت ھوگیا ۔ خدا کے واسطے بیجا عزّت کے طلبگار نہ بنو ۔ جوانون سے ملو جلو ۔ ان کی چہل پہل میں حصہ لو ۔ یہ تمہارا غم غلط کریں گے ۔ ان کو شگفتہ دیکھ کر تم بھی شگفتہ ھوجاؤگے ۔ ان کی زندہ دلی تم میں سرایت کرے گی ۔ لیجئیے میں کچھ کہنا چاھتا تھا اور کچھ کہنے لگا ۔

ھاں صاحب میرے ایک دوست بچپن کے ساتھی تھے ۔ ھم محلہ ۔ ھم مکتب ۔ ھم عمر ۔ مگر ھم غریب وہ امیر ۔ انھوں نے تھوڑی سی تعلیم پاکر طلب علم ترک کی ۔ ھم نے آگے کے مدارج طے کئے ۔ ان کے والدِ بزرگوار کا انتقال ھوا ۔ مال و دولت بہت چھوڑ مرے ۔ پھول فاتحہ ھوئے ۔ شعر

تمہیں بتائیں کہ مرنے کے بعد کیا ھوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ھوگا

پنجم کے دوسرے دن صاحبزادہ تشریف فرماتے تھے ۔ جلیس اور قرین حاضر تھے ۔ پہلے سے مسوّدہ گانٹھہ کر لائے تھے ۔

یار کو باڑ پر چڑھاؤ اور مال کھاؤ ، دوسرے کا گھر جلاؤ
اور آپ تاپو ۔ ایک صاحب یوں فرمانے لگے ۔ بھائی تمہیں تو غم
کھا گیا ۔ دیکھو تو چہرہ کیسا اترا ہوا ہے کچھ دن یہی حال
رہا تو جان کے لالے پڑجائیں گے ۔ ماشاءاللہ خاصے تروتازہ تھے ۔
رونی صورت بنا کر کہنے لگے ۔ باوا کا غم کھائے جاتا ہے ۔ ہر وقت
ان ہی کا تصور ہے ۔نہیں بھائی یہ ٹھیک نہیں دل بہلانا چاھئے ۔
جان ہے تو جہان ہے ۔ دوسرے بولے تم ہی کوئی صورت نکالو ۔
سیدھی سی بات ہے ۔ محفل ہونی چاھئے ۔ ناچ گانے سے دل
بہلتا ہے اور آج کل ایک بی صاحبہ آئی ہوئی ہیں ۔ بس حور
کا بچہ ہیں ۔ وہ شکل پائی ہے کہ سبحان اللہ اور صلِّ علیٰ ۔
ان کا مجرئی ہوجائے ۔ صاحبزادہ بولے ۔ بات تو ٹھکانے کی ہے
دنیا کیا کہے گی ۔ دنیا کی بھلی کہی اس کو تو کسی طرح چین
ہی نہیں ۔ ہمیں اس سے کیا کام ، آپ زندہ م دنیا زندہ م آپ مردم
دنیا مردم ۔ اب جلسہ کی ٹھیر گئی ۔ گھر میں بیوی موجود ۔
سلیقہ شعار شکیل ۔ ماں باپ کی بیٹی ۔ ہم کفو ۔ مگر کیا کریں
یہاں تو نت نئی ہنڈیا چکھنے کا لپکا ہے ۔ ماشاءاللہ نوجوان ہیں
یہی مزے اڑانے کے دن ہیں ۔ مال و دولت کی کمی نہیں ۔ع
ڈھیر ہے باروت کا دیجے پتنگا اس میں ڈال ۔ بلبل ہیں ۔ عاشق
گل ہیں ۔ خاص گل کی قید نہیں ۔ ذرا مرجھایا دوسرے پر
جا بیٹھے ۔ میاں بلبل جان کی خیر مانگو ۔ گل بےخار کہاں ۔

نہیں کانٹوں میں پھنس کر نہ رہ جانا۔ لاکھہ پھڑپھڑاؤ پر چھٹکارا ھی نہو۔ ڈوبے نہ پھوٹے جان لیکے چھوڑے۔ غرض محفل کیا تھی قیامت تھی۔ طبیعت آئی رکا نہیں کرتی۔ بی صاحب نوکر ھوگئیں۔ مگر چند روز ھی میں رنگ پھیکا پڑ گیا۔ دوسرا معشوق نظر چڑھ گیا چندے یونہی عزل و نصب رھا۔شعر

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ھے رنگ آسمان کیسے کیسے

آخرکار ایک نرس صاحبہ منظور نظر ھوئیں۔ یہ چلتی ھوئی پون تھیں۔ خوب رنگ جمایا۔ دل مٹھی میں لے لیا اس پر بھی چین نہ آیا۔ رقیب روسیاہ کا منھہ دکھایا۔ کام بنانا چاھتی تھیں مگر بگڑ گیا۔ع مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال۔ صاحبزادے اس کی تاب نہ لاسکے۔ دماغ اختراع پرداز نے نئی تدبیر اختراع کی۔ یہ بدعت انہی سے شروع ھوئی۔ مس صاحبہ کو قتل کرڈالا۔ اور کاٹ کوٹ صندوق میں بھر پلندہ کردیا۔ بلٹی بن گئی۔ مگر خدا جانے کس کم بخت نے پولیس کے کان میں جا پھونکی۔ دوڑ آ گئی۔ اور میاں گرفتار ھوگئے۔ کچھ رفیق ممنون احسان تھے اور بیناکار کاری گر۔ مجسٹریٹ بہادر کو مسحور کردیا۔ چالان ھوا۔ ضمانت پر رھا کردئے گئے۔ موسم حج کا تھا۔ بھیس بدل حجاز کی راہ لی۔شعر

پھر ایسے نکل گئے کہیں   کہ نہ نامہ ہے نہ پیام ہے
آج تک مرے جیتے کی خبر نہیں ۔

کیوں صاحب اسی جوانی پر ناز ہے ۔ یہی فتنہ جاں نواز ہے ۔ شعر

همیں فتنه را می کنند آرزو   تفو بر توای چرخِ گردان تفو

کبھی بڈھوں کی بھی یہ گت بنتے دیکھی ہے ۔ اب نہ کہنا پیری و صد عیب ۔ دیکھئے اسی عیب سے بڑھاپا بری ہے ۔ کیا یہ چوڑی کا عیب نہیں ۔

یہ بھی مشہور ہے کہ بڑھاپے میں رجعت ہوجاتی ہے ۔ آپ سمجھے رجعت کیا ہے ۔ یہ بری عادت کے راسخ ہوجانے کو کہتے ہیں ۔ شعر

چھٹتے ہی چھٹے گا اس گلی کا جانا
عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت

اس کا بھی الزام بڑھاپے کے سر تھوپا جاتا ہے ۔ حقیقت اس سے بر کران ہے ۔ عادت جوانی میں پڑتی ہے ۔ بری ہو یا بھلی استمرار سے بڑھتی جاتی ہے ۔ اب بڑھاپا آیا راسخ ہوگئی ۔ چھٹنی محال ۔ نام بدنام بڑھاپے کا ۔ یوں کہو شہر میں اونٹ بدنام ۔ کبھی افیون کا استعمال عام تھا ، جوانی میں یار

دوستوں کے کہنے سننے میں اکر کھائی ؛ پھر چاٹ پڑ گئی ؛ مزا
لگ گیا ۔ اب گولی تھی تو آگے چل کر انٹا ہوگیا ۔ انٹا غفیل
رهنے لگے ۔ منه کالا بڑھاپے کا ۔ بڈھے افیمچی هوتے هیں ۔ کیوں
بھائی کیا جوان اس سے پاک هوتے هیں ۔ بڈھوں کو جتنا چاهو
بدنام کرلو ۔ جانتے هو کمزور مار کھانے کی نشانی ۔ یه همارا
بگاڑیں گے هی کیا ۔ یاروں کا یه مشغله رها ۔ دن آنکھه بند کرتے
جاتے هیں ۔ ایک دن اس جال یا جنجال میں جناب کو بھی
پھنسنا هے ۔ بہت بھاگے بھاگے پڑے پھرتے هو ۔ الله عمر دراز
کرے، همارا کہا مانو ۔ بڑھاپے میں لوگ تمہارے قدم نه چومیں
تو سہی ۔ محبت کو اپنا شعار بنالو ۔ چھوٹے بڑے اچھے برے
سب سے محبت کرو ۔ جھوٹ موٹ کی دکھاوے کی نہیں ۔ دل سے
هونی چاهئیے ؛ پھر دیکھو بڑھاپا کیسا خوشگوار اور خوش آئند
بن جاتا هے ۔ انگریزی کا شعر هے ؛ ترجمه عرض هے ۔ خدا کی
عبادت وهی کما حقه کرسکتا هے جو چھوٹی بڑی هر چیز سے محبت
کرتا هے ۔ تم کو یه تعلیم دی جاتی هے ۔ دنیا سے دل نه لگانا ۔
نہیں تو مرتے وقت اس میں دل پڑا رهے گا ۔ انجام بخیر نہیں
هوگا ۔ کیسا اوندها مشوره هے ۔ بھلا دنیا سے دل لگائے بغیر بھی
کوئی جی سکتا هے ۔ خواه سعادت کا موجب هو یا شقاوت کا ۔ شعر

درمیانِ قعرِ دریا تخته بندم کردهٔ
باز می گوئی که دامن تر مکن هشیار باش

ہم تو کہیں گے انشاءاللہ سعادت ہی کا موجب ہوگا شقادت کا کیوں ہونے لگا۔ شعر

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیان

درد دل کیا چیز ہے۔ بس یہی اپنے پرائے سے محبت کرنی، ان کے کام آنا۔ ان کے دکھہ درد میں شریک ہونا۔ یہی معراج کمال ہے۔ اور یہی خوشی اور خوش بختی کی اصل۔ اب کلام کو کہاں تک طول دوں۔ بس ایک بات رہ گئی ہے وہ سن لیجئے۔

بڈھوں میں یہ رجعت عام ہے۔ ہمیشہ یہ کہتے سنا ہے۔ بھائی اب ہمارے کھانے پہننے کے دن نہیں۔ بہت پہن چکے۔ اب تو چلنے کی باری ہے۔ مگر دیکھو تو بڈھے کھانے میں تو استاد ہیں۔ آئے دن نئی چیز کو من چلتا ہے۔ رہا پہننا، بیشک اس میں اس قول پر عمل ہے۔ کیا مزے کی بات ہے۔ جب گھر مرمت طلب ہوجائے تو اور جگہ جگہ سے اس کا چونا جھاڑ دیجئے تاکہ بدنمائی میں اضافہ ہو۔ یہ تو تمہارا گھر کے ساتھ عمل نہیں۔ فوراً لیپ پوت کے درست کرتے ہو۔ مگر ہاں اپنے آپے کے ساتھ یہ عمل ضرور ہے۔ بڑھاپے میں حضرت چرکین کے مرید ہو جاتے ہیں۔ پہلے ہی سے دل میں ٹھان رکھا ہے

ڈھے ہوئے اور صورت درگور ہو گئی۔ اب بتاؤ سنگھار ترک کرکے اگر نفرت کے قابل نہ تھے تو بھی بن گئے۔ مثل مشہور ہے جوانی میں تو گدھی پر بھی جوبن ہوتا ہے۔ پھر اگر بڑھاپے میں جوبن نہیں تو کرایہ کا جوبن لاؤ۔ خدا کے واسطے ہاتھ پاؤں ڈال کر نہ ہو بیٹھو۔

اس پر مجھے ایک واقعہ مولانا شبلی نعمانی کا یاد آیا۔ وہ ایک مرتبہ مسٹر آرنلڈ پروفیسر اینگلو عربک کالج علیگڈھ کے ہمسفر تھے۔ راستہ میں طوفان نے آلیا۔ متردد ہوئے۔ دوڑے ہوئے آرنلڈ کے پاس گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ صاحب بہادر بہت اطمینان سے مطالعہ میں" مشغول ہیں۔ پوچھا آپ کچھ متردد نہیں۔ بولے کیوں۔

کیا خبر نہیں طوفان آرہا ہے۔ جو جہاز ڈوب گیا تو کیا ہوگا۔ وہ ھنس پڑے اور کہا، اگر موت کے آنے میں وقت کم رہ گیا ہے تو ذرا سا اور پڑھ لوں، پھر ہم کہاں اور یہ کتاب کہاں۔ یہ صحیح تعلیم ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وقت کم ہے تو کاموں میں زیادہ کوشش کرو۔ آئندہ تو کچھ کرنا نہیں، جو کر گئے سو اپنا۔ تم کو اللہ میاں نے تجربہ کی نعمت سے مالا مال کیا۔ جس طرح بن پڑے اپنے تجربے دوسروں تک پہنچاؤ۔ آپا ھی آپا نہ تکو، اوروں کے کام آؤ۔ لیجئے میں تو اپنا فرض ادا کر چکا۔

"اب مان نہ مان تو جان"۔ یہ کہکر مقرر صاحب بیٹھ گئے۔ سحر کے آثار نمودار ہیں۔ چاند افق کے کنارے آلگا ہے۔ غروب ہوا چاہتا ہے۔ ستاروں میں غیر معمولی چمک آگئی۔ چڑیاں چوں چوں کرنے لگیں۔ مرغوں کی بانگ کی آواز پے درپے آرہی ہے - مگر اذان کی آواز نہیں آئی - کوئی مسجد قرب و جوار میں نہیں - آبادی ہی بہت کم ہے - باغ میں مسجد کا کیا کام - یہ تو سیرگاہ ہے - مگر خدا کا شکر ہے اب مسجد بن گئی ہے ۔ اس سعادت کا میر عثمان علی خاں کے سر سہرا ہے۔

زندگی مسعود بادو عاقبت محمود باد

تالیوں کا شور۔ آفریں و تحسین کے نعرے اور جلسہ کا اختتام۔

بڑھاپے اور جوانی کا مکالمہ

ایک دن جاکر بڑھاپے نے جوانی سے کہا
کون ہم دونوں میں اچھا ہے ذرا یہ تو بتا
دست بستہ عرض کی حضرت بزرگی آپ کی
مانتے ہیں دھر میں سب صاحب فہم وذکا
ہو اجازت آپ کی تو عرض میں بھی کچھ کروں
اور ھنر اپنے دکھاؤں آپ کو سب برملا
ھے شباب زندگی بس زندگانی کی دلیل
جوکہ بڈھا ہوگیا یہ جان لو وہ مرگیا
میں پیام زیست ھوں اور تو پیام موت ھے
میں تو آئی اور گئی اور تو جو ایا جم پڑا
میرے خواھاں ھیں غریب اور میرے جویاں ھیں امیر
میں جہاں سے چل بسی وہ ھاتھ ملتا رہ گیا
میری پرچھائیں بھی پاتے ھیں اگر بڈھے کہیں
آرزوؤں سے اسے لیتے ھیں چھاتی سے لگا
میری صورت وہ بنانے کے ھیں شائق اس قدر
جو نہ کرنا تھا انہیں وہ میری خاطر کرلیا

خواب و راحت مجھ سے ہے اور عیش و عشرت مجھ سے ہے
میں جو ٹل جاؤں تو ان کا کون رکھوالا رہا
دانت اور آنکھیں ہیں زیور میرے ایسے بے بہا
جسکو یہ میں نے دئے گویا کہ زندہ کر دیا
میرے کھانے میں ہے لذت میرے پینے میں مزا
میں جہاں سے چل بسی وہ شہر سونا ہو گیا
یہ جوانی کی تعلی جب بڑھاپے نے سنی
اک ادائے خاص سے وہ اس طرح کہنے لگا
بی جوانی بات جو تم نے کہی ، ہے وہ بجا
پر ابھی کم سن ہو تم رکھتی نہیں فہم وذکا
ایک ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو گئیں
اور دیا دم بھر میں تم نے ڈینگ کا دریا بہا
میں نے مانا تم میں ہیں سب خوبیاں ہی خوبیاں
پر یہ اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بننا روا
شور و شر جو ذات میں تیری ہیں اے ابلہ فریب
سو تیرے فتنہ کو جو چاہیں ایک پل میں دیں جگا
تیرے فتنہ سے خدا رکھے جوانوں کو نگاہ
ڈھیر ہے باروت کا دیجے شتابہ بس لگا

مصلحت سے دور ہیں افعال تیرے سر بسر
اور خدا کا خوف چھو کر بھی نہیں تجھ کو گیا
جن دماغوں کو ھوا تیری ذرا بھی لگ گئی
دین و دنیا سے انہیں تو نے نکما کر دیا
تو نے چھل بل اپنی کچھ ایسی دکھائی اے لعین
میرے چیلے جو تھے ان کو بھی تو اپنا کر لیا
میری ڈاڑھی پر کالف تو نے لگایا بارھا
تیرے کرتوتوں سے میں کمبخت رسوا ھوگیا
پھر گراں گزریں جوانی کو یہ باتیں اس قدر
اب ذرا بھی ضبط کا باقی اسے یارا نہ تھا
هشت مشت ان دونوں میں ھونے ھی کو تھی جس گھڑی
آن پہنچی واں خرد اور فیصلہ یوں کردیا
تو جو نعمت حق کی ھے تو وہ بھی برکت حق کی ھے
تو نہیں اس سے سوا اور وہ نہیں تجھ سے سوا
اے جوانی وہ ادا پیری میں جو پائی ھوں میں
تجھ کو گر مل جائے تو کنکر کو دے ھیرا بنا
برکتِ حق ان جوانوں پر کہ در عہدِ شباب
ھیں سلامت رو، مال اندیش پیروں سے سوا

ذات والا میں ھیں جنکی نیک طینت کے گُہر
علم و دانش کو سمجھتے ھیں جو اپنا ناخدا
جو بدی کے پاس سے ھوکر نکلتے تک نہیں
نیکیوں پر کر رھے ھیں جان و تن اپنا فدا
یہ ھی فخر قوم ھیں اور یہ ھی فخر خاندان
پیر ھیں یہ درحقیقت گو کہ ھیں برنا نما

عورت

مولوی عتیق‌الحق صاحب رات بھر کے جاگے ہوئے تھے ۔ دن چڑھے بیدار ہوئے ۔ اطلاع ہوئی کہ نواب افتخار۔ الملک بہادر تشریف لائے ہیں ۔ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو انگرکھا گلے میں ڈال ملاقات کے کمرے میں آئے ۔ نواب افتخارالملک بہادر انجمن اخوان‌الصفا کے صدر ہیں ۔ بڑے جاگیردار ہیں ۔ دکن میں عزّت اور اعتبار کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں ۔ بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز رہے ہیں ۔ اب بھی کسی شعبہ کے صدرالمہام ہیں ۔ قدیم وضع کے پابند ہیں ۔ علمی قابلیت بھی خاصی ہے ۔ طبیعت کو ادب سے لگاؤ ہے ۔ شعر و سخن کے چرچے ان کی صحبت میں رہتے ہیں ۔ مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے ۔ مجھے سخت افسوس ہے گزشتہ شب کو میں آپ کی تقریر میں حاضر نہ ہو سکا ۔ میرے ہاں علالت تھی مجبور تھا ۔ آپ کی تقریر کی تعریف جو میں نے سنی اس نے بیتاب کردیا ۔ اور انجمن کے اراکین نے بھی چاہا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کروں کہ جناب میری انجمن کو بھی اپنی تقریر سے محروم نہ رکھیں ۔

دوسرے یہ کہ گزشتہ تقریر کی اچھی طرح اطلاع نہوسکی۔ شہر میں لوگ آپ کی دوبارہ سحرالبیانی سننے کے بیحد مشتاق ہیں۔ بڑی عنایت ہوگی اگر آپ کوئی وقت نکالیں اور پھر لوگوں کو اپنے کلام معجز نظام سے محظوظ فرمائیں۔ مولوی صاحب بولے، مجھے جناب کے ارشاد کی تعمیل میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ مگر جلد جانا ہے۔ جلدی انتظام ہوسکے تو حاضر ہوں۔ غرض آج سے دو دن بعد جمعہ کا دن تقریر کے واسطے قرار پایا۔ اس بار تقریر باغ عام میں نہوگی۔ بلکہ پستم جی کی کوٹھی میں ہوگی۔ وقت رات ہی کا مناسب رہا۔ مضمون ,, عورت،، تجویز ہوا۔ جو لوگ حیدرآباد سے ناواقف ہیں ان کی خاطر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں پہلے تھوڑا سا کوٹھی کا حال عرض کردوں۔ یہ کوٹھی اس شارع عام پر واقع ہے جو رزیڈنسی سے سکندرآباد کو جارہی ہے۔ کوٹھی نہایت وسیع ہے۔ کئی ایکڑ زمین میں بنی ہوئی ہے۔ اصل عمارت ایک بڑے چبوترے کے وسط میں ہے۔ ازدگرد میدان پڑا ہے۔ سر درختی کبھی ہوگی اب تو پتہ نہیں۔ ہاں کہیں کہیں تناور درخت کھڑے ہیں۔ انتظام یہ قرار پایا کہ مولوی صاحب چبوترے کی لب پر کھڑے ہوکر تقریر فرمائیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی مستفید ہوسکیں۔ لیجئے یوم موعود آ گیا۔ سر شام سے کوٹھی میں چہل پہل شروع ہوگئی۔ آج تو خلقت کے اجتماع کی انتہا

نہیں رہی۔ چبوترے کے ایک گوشہ پر قناتیں کھنچی ہوئی ہیں۔ عورتوں کے واسطے انتظام ہے۔ یہاں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ جو دور ہیں وہ متردد ہیں کہ دیکھئے کچھ پلے پڑتا ہے یا نہیں۔ مگر ہمارے مولوی صاحب کو مبدع فیاض نے بڑی کڑاکے کی اور پاٹ دار آواز عطا فرمائی ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ جب مولوی صاحب تولدّ ہوے تھے تو دائی نے انگلی کی جگہ انکے حلق میں بانس کردیا تھا۔ مگر یہ انکا قول ہے جو مولوی صاحب کی شہرت اور قبولیت عام پر حسد کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب اگرچہ متوسط الجثہ ہیں مگر انکی آواز بگل اور قرنا کو مات کرتی ہے۔ تقریر سب نے سنی اور خوب سنی، کوئی محروم نہ رہا۔ لیجئے مولوی صاحب اور نواب افتخارالملک بہادر ساتھ ساتھ تشریف لارہے ہیں۔ آج مولوی صاحب کے لباس میں شب ماہ کی رعایت نہیں۔ اور کیوں ہوتی۔ اب چاندنی بھی نہیں رہی۔ ہلکا کاسنی انگرکھا زیب تن ہے۔ سر پر وہی دوپڑلی سفید ٹوپی، اپنے دیس کا لباس۔ پاؤں میں سلیم شاہی بھی سرخ نری کی ہے۔ اس پر سنہری کنٹھے کی بیل۔ کیوں نہ ہو، ہم تو انکی نزاکت کی قسم کھانے کو تیار ہیں۔ انداز خرام جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے۔ نواب افتخارالملک بہادر صورت سے مسن معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ملک کی آب و ہوا کا اثر ہے۔ سن شریف چالیس پچاس کے بیچ میں ہے

ڈاڑھی سفید ہے۔ بس یک مشت۔ دو انگشت بھی نہیں۔ سر پر
بینجنی دستار۔ زرد جامہ وار کی شیروانی زیب تن۔ ہاں لباس
میں ایک چیز قدیم وضع کی ہے۔ وہ آپا شاہی جوتی ہے۔ لیجئے
دونوں چبوترے پر پہنچ گئے۔ نواب صاحب نے کہڑے ہوکر
فرمایا۔ مولوی صاحب کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔
شہر کا بچہ بچہ ان سے واقف ہو چکا ہے۔ ہاں مضمون خطبہ اور
آئین مجلس عرض کرتا ہوں۔ مضمون "عورت" ہے۔ آئین یہ ہیں۔
مولوی صاحب تقریر فرمائینگے۔ جس کو کسی قسم کا اعتراض
ہو۔ بلا تردد کرے۔ اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ مولوی
صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اوسکی تشفی کردینگے۔ اسی
طرح وضاحت اور تشریح طلب کرنے کی بھی اجازت ہے۔ اب
میں مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری
اور میری انجمن کی دعوت قبول فرمائی اور تقریر کی زحمت
گوارا کی۔ یہ احسان صرف انجمن ہی پر نہیں بلکہ میری ذات پر
بھی ہے۔ لیجئے اب مولوی صاحب کو سنئے۔ مولوی صاحب کہڑے
ہوئے تالیوں کا شور بپا ہو گیا۔ کان پڑی آواز نہیں آتی۔ تھوڑی
دیر چپ چاپ کہڑے رہے۔ دست مبارک سے اشارہ کیا۔ چاروں
طرف خموشی طاری ہو گئی۔ پھر نہایت خوش الحانی سے
یہ شعر پڑھا۔

نہ مجھکو تیغ کی حاجت نہ ہے تبر درکار
میری زبان ہے چلتا ہوا مرا ہتیار

میرے معزز سامعین۔ سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھ سے ناچیز کی اس طرح قدر افزائی فرمائی جارہی ہے۔ الحمد للہ دکن کی جس مہمان نوازی اور ذرہ پروری کی داستانیں سلف سے سنتے چلے آتے تھے آج ان انکھوں نے دیکھ لیں۔ آمدم بر سر مطلب۔ میری تقریر کا عنوان ,, عورت ،، ہے۔ میں آپ کے سامنے ہر پہلو سے ,, عورت ،، پر بحث کرونگا۔ سنئے۔ خدائے عزّوجلّ نے حضرت آدم نبیّنا و علیہ‌السلام کی تخلیق فرمائی۔ کس چیز سے۔ من طین لازب۔ چکنی مٹی سے۔ یہ کیوں؟ پہلے مٹی اور پھر وہ چکنی۔ جناب ملاحظہ ہو۔

چار چیزوں سے تخلیق ہو سکتی تھی۔ اور وہ چار عنصر ہیں۔ آگ سے، وہ ڈھیک نہیں۔ اسلئے کہ انسان کی پیدائش کا منشا تعمیر ہے۔ تخریب نہیں۔ اور آتش کا عمل تخریبی۔ ایک آواز۔ کیا آگ سے کھانا نہیں پکتا؟ ریلیں نہیں چلتیں؟ بجا اور درست۔ تعمیری بھی ہے۔ مگر مسخر ہونے کے بعد۔ بنی آدم کے واسطے حکم الہی سے مسخر کی گئی۔ پھر اس کام میں ائی۔ اب باد کا نمبر آیا۔ اسکی صفت محرّک ہے۔ تعمیر کے

واسطے سکون اور قرار لازم۔ یہ بھی عقل بالغہ نے رد کی۔ اب رہ گیا پانی۔ یہ مایۂ حیات بھی ہے اور موجب فساد بھی۔ تعمیری کام میں ضدین کا دخل نہیں۔ بس باقی بچی مٹی۔ سو وہ اس کام میں آئی۔ آدمی بنا۔ اور تعمیر عام کا کام اس کے سپرد ہوا۔ دوسرے عناصر اس کے لئے مسخر کئے گئے تاکہ اس کام میں مددگار ہوں۔ اب لاذب کی بخ رہ گئی۔ چکنی مٹی کی کیا ضرورت داعی ہوی اور بے چکنی کیوں نا مقبول۔ مٹی سے بنی تھی اور کامل ترین چیز بنی تھی۔ یہ خلاصہ عالم ہے۔ عنصر کا خلاصہ ہی استعمال ہونا چاہئے۔ لیجئے قصہ طے ہوا۔

اب حضرت آدم جنّت میں براج رہے ہیں۔ اور کیسی جنت جہاں دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہیں۔ موتی اور زمرد کے محل کھڑے ہیں۔ حور اور غلمان کمر بستہ خدمت کو حاضر ہیں۔ طائران خوش الحان نغمہ سنج۔ وقت سہانا صبح کا۔ پھر اسکو دوام۔ نہ بھوک نہ پیاس۔ نہ گرمی نہ جاڑا؛ موسمؔ معتدل۔ یہاں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ لیجئے اس نادر سمے میں حضور کا جی گھبراتا ہے۔ اور تسکین طبع کے لئے کسی چیز کو چاہتا ہے۔ خود بھی نہیں سمجھتے وہ کیا چیز ہے۔ آپ فرمائیں گے، جی گھبرانا کیسا۔ بھلا یہ مقام جی گھبرانے کے قابل ہے۔ حضرت

آدم کا دماغ خراب ہو گیا ہوگا۔ نہیں بھائی، جی گھبرانا چاہئے اور ضرور گھبرانا چاہئے۔ تم کو بھی اس باغ میں لیجا کر چھوڑدیں تو تمہارا بھی جی گھبرائیگا۔ تجربہ نہیں کر سکتے نہیں تو کر دکھائے۔ وجہ بین ہے۔ ہمجنس کی صحبت درکار ہے۔ جناب باری میں دست بدعا ہوتے ہیں۔ اور عرض مدّعا کرتے ہیں۔ حضرت حوّا عطا ہوتی ہیں۔ کیونکر؟ پسلی پھٹتی ہے اور یہ باہر آتی ہیں۔ کچھ سمجھے کیا معاملہ ہے؟ منہ میں سے ابکائی کے ساتھ کیوں نہ نکل پڑیں۔ پیٹ پھٹ کے کیوں نہ پھدک آئیں۔ کسی جنّت کے درخت میں کیوں نہ لگیں۔ سب غلط۔ بس یہی مقام اور یہی طریقہ ٹھیک تھا جو حکمت بالغہ اور کاملہ نے تجویز کیا۔ اِسکو تم سمجھو گے تو عش عش کرتے رہ جاؤگے۔ پہلے تو یہ سونچو۔ کیا خدا تعالےٰ کو کچھ دشوار تھا؟ وہ یک بارگی ہی جوڑا پیدا کر دیتا۔ حضرت آدم کے جی گھبرانے کی نوبت ہی نہ آتی۔ دعا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ مگر نہیں۔ عورت جیسی عزیز چیز بے آرزو کے نہیں مل سکتی تھی۔ اگر مل جاتی تو بے قدری ہوتی۔ ضرورت کا داعی ہونا قدر و قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔ دوسری بات اور سنو۔ اگر تخلیق توام ہوتی تو دوئی شروع ہی سے نمودار ہو جاتی یکتائی نہ رہتی۔ ایک آواز۔ پھر اس میں ہرج ہی کیا تھا؟ جی ہاں آپ کے نزدیک ہرج ہی نہ ہو گا۔ منشاء ایزدی یہ

تھا کہ انسان میں تفریق نہ پائی جائے - بس ایک چیز اور ایک جزو ہوں - یہاں تک کہ عورت اور مرد بھی دو جزو نہ ہوں - مگر ہائے ہماری قسمت! ہم اس نادر اصول سے کتنے دور جا پڑے ہیں - رنگ اور نسل تک میں تفاوت کرتے ہیں - اتحاد کو تفریق میں تبدیل کیا ہے - حقیقت سے بھٹکنے کا نتیجہ بھگت رہے ہیں - عالم میں فساد کی حقیقی بنیاد یہی ہے اور رہے گی - اسلام نے آکر اس تفریق کو مٹانا چاہا - کچھ دنوں یہ تعلیم چلی - پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ - معاف فرمائیے میں اپنے موضوع سے دور ہوتا جاتا ہوں - میرا کام تلقین اور ارشاد نہیں - میں حقیقت کو واضح کرنے والا ہوں - تو بھائی اب تو سمجھے کہ دونوں کو ایک ساتھ کیوں نہ پیدا کیا - اب مقام پیدائش کا حال سنئے - اگر اماں حوّا درخت میں لگ آتیں تو ہمجنس کیونکر ہوتیں - وہ تو غیر جنس ہوجاتیں - یوں تو حوریں اور غلمان بھی موجود تھے - یہاں تو ہمجنس کا سوال ہے - اسی میں سے اس کا نکلنا لازم - لیجئے یہ معمہ بھی حل ہوگیا - ایک آواز - پھر سینے کی تخصیص کیسی - شعر -

دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

سینہ گنجینۂ محبت اوست

جناب خواہشات اور جذبات کے پیدا ہونے کا مقام سینہ سمجھا گیا ہے - اللہ اعلم مافی صدورکم - "مافی راسکم" اور

""مافی متخ کم "" کہیں نہیں ایا ۔ اسی لئے کہ خیالات اور
جذبات کا تعلق سینے سے ہے ۔ میں قلب اور فواد کی طبی
بحث میں نہیں پڑتا ۔ اپ فرمائینگے علم النفس کی تعلیم سے
انحراف ہوتا ہے ۔ یہ عصباتی تحریکات ہیں اور ان کا مرکز
دماغ ہے ۔ زمانہ حال کے سارے علوم زیادہ تر مشاہدات پر
مبنی ہیں ۔ خاص اس معاملہ میں تجربات بڑی حد تک
قاصر ہیں ۔ ظنیات اور قیاسات میں فلسفہ قدیم جدید پر
فوقیت رکھتا ہے ۔ علاوہ برین کوزہ گر ترکیب کوزہ سے
زیادہ واقف ہوسکتا ہے یا خود کوزہ ۔ جب خدائے تعالی
یوں فرماتے ہیں تو یونہی ہونا چاہئے ۔ سویدائے دل کو اب
بھی مرکز عصباتی مانتے ہیں ۔ مگر حرکت قلب کا عامل ۔
ہم جذبات کا منبع تصور کرتے ہیں ۔ حقیقت خدا جانے ۔ اب
پسلی میں سے عورت نکلی تو وہ پسلی کی خاصیت لئے ہوئے
ہونی چاہئے یعنی کج ۔ وہ درحقیقت کج رو ہے اور کج
رائے ۔ اس کے باوجود سینے میں سے نکلی ہے اور کلیجہ سے
لگی رہے گی ۔ یہی تخلیق کا منشا تھا پورا ہوکر رہا اور
رہے گا اور اسی طرح تسکین خاطر ناشاد ہوسکتی ہے ۔
ایک معترض ۔ جناب اس عزیز چیز کو کج مج طبع
بنانے میں آخر کوئی مصلحت ہے ؟ حضور بڑی مصلحت ہے ۔
اگر بیگم صاحب ایسی نہ ہوتیں تو جناب کی طبیعت دو دن

میں ان سے اکتا جاتی - بالکل ہم رائے اور ہم خیال سے لطفِ صحبت حاصل ہی نہیں ہو سکتا - ہمنشینی میں قدرے اختلاف مسرت کے لئے ضروری ہے - شعر -

بڑا مزا اوس ملاپ میں ہے
جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

کیوں جناب صحیح عرض کرتا ہوں یا نہیں - سونچئے ایسے واقعات میں کیسی لذت ہے - ایک آواز - پھر جا اور بےجا نعروں کی بھر مار کیسی - ان سے زندگی تلخ ہوتی ہے؟ کیا خوب! جس چیز میں ازدواجی زندگی کا لطف ہے اسی کو جناب تلخ فرماتے ہیں - اس میں بھی بڑی مصلحت ہے مگر تقریر میں جادۂ تہذیب سے انحراف کرنا ہوگا - لہذا نظر انداز کرتا ہوں - بس اتنا عرض کئے دیتا ہوں - یہہ چیز جانوروں کی ماداؤں میں بھی پائی جاتی ہے - عاقلاں را اشارہ کفایت کند -

اب شیطان کے اغوا کا معاملہ درپیش ہے - حضرت ابلیس حسد اور رشک کی آگ سے سینہ پر کینہ لبریز لیکر معلوم نہیں کس طرح رضوان کی آنکھ بچا روضۂ رضواں میں داخل ہوتے ہیں - مگر سانپ کا روپ بھر کر - کیوں صاحب کیا کوئی اور جانور اس قابل نہ تھا کہ آپ اس کا قالب اختیار کرتے - نہیں جناب یہی شکل ہونی چاہئے تھی - صنعت اور

موزونیت سے کوئی فعل خالی نہیں - ارذل ترین مخلوق جاندار میں سانپ ہے - اس کا رینگ کر چلنا ہی اسکی ذلت کی دلیل ہے - پھر سم قاتل کا اس کے اندر موجود ہونا اور چپکے سے اچانک بدن انسان میں داخل کرنا اور اسکی ہلاکت کا باعث ہونا - یہہ سب کیفیات بحیثیت مجموعی اور کسی جانور میں پائی نہیں جاتیں - اب اغوی کی طرف نظر ڈالئیے؛ یہہ سم قاتل سے زیادہ مسموم کرنے والا اور مضرت رساں ہے - ملاحظہ ہو - اس سے بہتر کیونکر ہوسکتا تھا - پھر شجر ممنوع - یہہ کیسا جنت میں اس کا کام کیا - جناب تکمیل ہی چیز کی جب ہوتی ہے - جب بھلائی کے ساتھ کچھ نہ کچھ برائی کی بھی جھلک ہو - یہہ وہی جھلک ہے - اب ممانعت کا راز سنئیے - اطاعت بے ممانعت کے بے معنی ہے - شجر ممنوع اس واسطے لازمی - حضرت آدم کو اغوی کا نشانہ بنانا دشوار تھا، وہ کامل تر تھے - اماں حوّا کو شیطان نے تاکا اور اپنا وار کر گیا - اب بھی یہی ہورہا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا - جبلت تبدیل نہیں ہوتی - شیطان کے حملے کا عورت محل ہے اور مرد اس کے اغوی کا - ایک صاحب نے فرمایا - آخر اغوی کی ضرورت ہی کیا تھی جو ہم اس عذاب میں پھنسے؟ واہ جناب! آپ تو یہہ چاہتے ہیں کہ منشائے آفرینش ہی فوت ہوجائے - بغیر اس کے رحمت الٰہی کا کیونکر ظہور ہوتا - اور آپ افضل المخلوقات کیسے کہلاتے - موانعات پر قابو

پانے ھی میں افضلیت ھے - اور اسی سے ھنجار میں راستی پیدا ھوتی ھے - شعر

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اب آگے چلئیے؛ شرم کے مقامات کے نظر آنے کا ذکر سنئیے - کیا پہلے حضرت آدم کے منہ پر آنکھیں نہ تھیں جو یہہ مقامات پردے میں تھے؟ نہیں صاحب نہین؛ مگر حلۂ بہشتی سے آراستہ تھے - یہہ خلعت معصومیت تھا - ارتکاب معصیت نزع خلعت کا باعث ھوا - پھر نفس کی برائیاں نظر آنے لگیں - یہہ سب کچھ ھوا، مگر بی حوا کی محبت جان کے ساتھ رھی - زمین پر پٹخ دے گئے، مگر زوجہ محترمہ کے عشق میں مارے مارے پڑے پھرا کئیے - یہاں تک کہ ان سے مل گئیے - یہی حال اب تک ھر فرد بشر کا ھے - یہاں سے ایک اور راز کا انکشاف ھوتا ھے - اگر عورت کو اس قسم کی ایذا مرد کے ھاتھ سے پہنچتی تو وہ دوبارہ اس سے ملنے کا نام بھی نہ لیتی - مگر یہ مرد ھی کا جگرا ھے - برائی پر صبر کرتا ھے - یہی دلیل ھے کہ طلاق کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا - اب ایک اور بات سنئیے - کیا حضرت آدم نے افزائش نسل بنی آدم کی خاطر یا خواھشات نفسانی حاصل کرنے کو جناب باری سے استدعا کی تھی - یہ تو اس قصے سے مفہوم نہیں ھوتا - وھاں تو دل بہلانے کو ایک

کھلونا درکار تھا ۔ دراصل بات یوں ھی ھے ۔ بہت کم ازدواجی
تعلق اولاد کی خاطر عمل میں آتا ھے ۔ اصلی وجہ محبت باھمی
ھوتی ھے ۔ بےشک دوسرا اس کا لازمی نتیجہ ھے ۔ پھر ازدواج
میں عمر کی قید قانون قدرت کے برخلاف ۔ ھر عمر اور ھر
عہد میں ھمنشین کی ضرورت ھے ۔ کبرسن کی شادی پر اعتراض
وارد نہیں ھوتا ۔ حضرت عمر رضی‌اللہ عنہ کا مقولہ صحیح ھے
کہ اگر مجھے یہ علم ھوجائے کہ دو دن بعد مرجاوں گا تو بھی
نکاح کر لوں ۔ حکمت بالغہ کا اور ثبوت ملاحظہ ھو ۔ باوجود
حور اور غلمان کے اھل جنت کے پاس ان کی بیویاں بھی
ھونگی ۔ ھر پھر کر وھی بات ۔ خواہ کوئی مقام ھو بے عورت
کے زندگی جان کا جنجال ۔ ھاں ایک بات رہ گئی ۔ مرد کے
واسطے عورت تو ضروری ھے مگر ایک یا ایک سے زیادہ ۔
بھائی ضروری تو ایک ھی ھے ۔ مگر حسب موقع اور خاص
خاص حالتوں میں زیادہ کرنی لازمی ھوتی ھیں ۔ صحیح موقع
پر شہوت رانی کا خیال نہیں ۔ مجبوری داعی ھوتی ھے ۔ اس
بحث کو میں طول دینا نہیں چاھتا ۔ موضوع سے اس کا تعلق
بہت کم ھے ۔ ھاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اسلام کے قانون جو
اس بات میں ھیں ان سے افضل قواعد تصور میں نہیں آسکتے ۔
جس قدر ان میں عورت کی جانب داری کی گئی ھے اسکی
نظیر نہیں ۔ وقت کوتاہ و قصہ طولانی ۔ صرف ایک مسئلے کی

طرف اشارہ کئے دیتا ہوں۔وہ "لعن" ہے۔ اگر نہیں جانتے تو کسی مولوی سے شرح و بسط کے ساتھ دریافت کرو۔ پھر کہنا۔ کسی مذہب میں یہ روا داری ہے اور اس قدر عورت کے حقوق کی حفاظت۔ اور اسلام کے قانون کو عورتوں کے حق میں سخت کہو، جہالت اور آنکھیں بند کر لینے کا علاج نہیں۔ مدعیوں کی در اندازی اور بھیڑیا چال اس پر طرّہ ہیں۔

اب ایجئے، آسمان پر سے تو ہمارے ماں باپ زمین پر اتر ائے اور کم و بیش پھیل بھی گئے۔ کیونکر اور کس طرح، یہ محتاج بیان نہیں۔ اب تو میاں انسان بھٹوں اور غاروں میں تشریف فرما ہیں۔ اگر اتفاق سے ایک دوسرے کی نظر پڑ جاتا ہے تو غائیں غوں شروع ہو جاتی ہے۔ کیوں وہ "علّم آدمَ الاسماء کلّها" کہاں غتر بود ہو گیا جو اِن بے معنی اصوات کا دور دورہ ہے۔ جاہلوں کا دھوکا نہ کھانا۔ وہ ودیعت موجود ہے۔ مگر طبع انسان میں۔ رفتہ رفتہ اپنے جوہر دکھائے گی۔ زمین سخن کو آسمان بنائیگی۔ صورتِ ناموزوں کو موزوں کر دے گی۔ چمنستان سخن میں وہ گل بوٹے کھلائے گی کہ نو بہار چمن پھیکی پڑ جائے گی۔ اگر یہ جبلی خاصیت نہ ہوتی تو چرند و پرند کیوں نہ بولتے۔ انسان ہی ناطق کیوں رھتا؟ یہی حالت تمام مسخرات کی ہے؛ ایک دم کچھ نہیں ہوا کرتا۔ زینہ بہ زینہ مدارجِ ترقی طے ہوتے ہیں۔ اور یہ قیام

قیامت تک جاری رہے گا۔ شاید اس وقت جاکر پورا ہو۔ اور
یہ مقولہ صحیح ہوجائے۔ ہر کمالے را زوالے۔ وہ زوال ایک دم
اور کامل ہوگا۔ باقی اوس دن تک تو ترقی ہی ترقی ہے۔ ایک
آواز۔ تسخیر کا ذکر چونکہ پھر آگیا اور جناب فرما چکے
ہیں کہ کل موجودات عالم انسان کے مسخر ہیں۔ کیا میں
یہ دریافت کرسکتا ہوں، آیا موت بھی مسخر ہوئی یا نہیں؟
مولوی صاحب نے فرمایا، یہ مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ جواب دائرہ
مذہب میں دیا جاسکتا ہے۔ معجزات مسیح علیہ السلام موجود ہیں
اور عیسائیوں کا اعتقاد اس سے بالا تر۔ مگر یہ تسخیر تشفی
بخش نہیں ہوسکتی۔ درحالے کہ ایک متنفس کے حق میں تھی۔
اصل جواب یہ ہے۔ معجزات مافوق العادت ہوتے ہیں اور یہی
ان کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کو تسخیر سے تعلق نہیں۔
موت کائنات میں سے نہیں، یہ حکم ربی ہے۔ تسخیر انسان کے
اقتدار سے باہر۔ جو اشیا کائنات عالم میں داخل ہیں ان پر انسان
کا تصرّف ہے اور بڑھتا جائیگا مثال کے طور پر باد ملاحظہ
ہو۔ معجزے کے تصرف سے قطع نظر کیجئے۔ پھر بھی کچھ نہ
کچھ تصرف پایا جاتا ہے۔ ہواچکی اور جہاز کے بادبان قابل
ذکر ہیں۔ اب ہوائی جہاز اُڑ رہے ہیں۔ ہر عنصر پر تصرّف
اور تسلط روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ صد افسوس! جو طاقت
دنیا کو آباد کرنے کے لئے عطا ہوئی تھی، ہم اس کو بے محل

استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے دنیا کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔یہاں سے مسئلۂ جبر و قدر کا سراغ ملتا ہے۔بحث طول پکڑ جائے گی، معاف فرمائیے۔ ملاحظہ ہو انسان کا مسکن؛ اِس زمانہ میں غار اور کھو ہے۔ آفاتِ ارضی اور سماوی کا سامنا ہے۔ سارے درندے اس کی جان کے لیوا۔ سانپ بچھو ڈسنے کو تیار۔ مردار جانور یا جنگل کے پھل پھلاری قوت لایموت۔ جوھڑوں کا سڑا ھوا پانی آب حیات۔ الا ماشاءاللہ، جو لب جو آباد ہیں ان کے رزق میں قدرے فراخی ہے۔ماں باپ اولاد کے کفیل نہیں ھوسکتے۔ ذرا پر پرزے نکالے اور اپنی اپنی راہ لی۔کوئی نئی کھو جا بسائی۔ خواھشات گوناگوں سینے میں موجود۔ مگر اظہارکو نطق مفقود۔ تلاش روزی میں کھو سے نکلا۔ دور نکل گیا۔ سر کوہ پر ایک لڑکی نظر پڑی۔ دل بیتاب ھوگیا۔ خواھش مجالست کی آگ سینے میں بھڑک اٹھی۔ ادھر لپکا۔لڑکی بھی نظر پڑی۔ عورت ذات فوراً تاڑگئی۔ یار ہے، اغیار نہیں۔ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ھوئی۔ مگر نسائی طینت وھی تھی جو اب ہے۔ سبک سیر سبک اندام، بھاگ پڑی۔مگر مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی ہے۔کہیں یار طرح دار بد دل ھو کر مڑ تو نہیں گیا۔ شعر

جس کو غصے میں لگاوٹ کی ادا یاد رہے
آج دل لے گا اگر کل نہ لیا۔ یاد رہے

آخر حضرت نے جا لیا۔ وہ چیں چیں کرتی رہ گئی۔ گود میں اٹھا یہ جا وہ جا۔ انداز فطری سے ھاتھ پیر مارے مگر اس طرح نہیں کہ چوٹ پھیٹ لگ جائے۔ دودھ ابل رہا ھے۔ محبت جوش مار رھی ھے۔ غور فرمائیے یہی ابتدائے آفرینش کی رسم آج بھی موجود ھے۔ دولھا دلھن کو گود میں اٹھا کر لاتا ھے۔ نہ زبردستی جب تھی نہ اب ھے۔ عورت عجیب مخلوق ھے۔ اظہارالفت اسکی طینت میں نہیں۔ من چاھے اور منڈیا ھلائیے۔ سدا سے یہی دستور چلا آیا ھے۔ یہ بات ندرت سے خالی نہیں۔ عورت پر آدمی کے قلبی واردات فوراً منکشف ھو جاتے ھیں۔ ایک نظر پڑی اور جان لیا۔ حضور غیظ و غضب کی حالت میں ھیں یا خوشدل اور مسرور۔ پھر طرز عمل میں اس کی رعایت ھے۔ تسلی اور تشفی کا اظہار ھے۔ یا نازوانداز کی بوچھاڑ۔ آپ لاکھ چھپائیں عورت سے نظر الفت سات پردوں میں نہیں چھپتی۔ موقع کی تاک میں رھتی ھے۔ موقع پاتی ھے اور کام بنا لیتی ھے۔ دساست اور جاسوسی اس پر ختم ھے۔ جو قومیں اس راز سے واقف ھیں یہ کام ان کے سپرد کرتی ھیں اور کامیاب ھوتی ھیں۔ مسلمانوں کا یہ دستور نہ تھا۔ طرز تمدن سد راہ تھا فرمائیے یہ ھنر اِن میں کیوں ھے؟ یہ ان کی خلقی کمزوری کی دلیل ھے۔ کمزور کھلے خزانے کوئی کام نہیں کرتا چھپکر مارتا ھے اور کار برآری

چاهتا ہے کامیاب بھی هوتا ہے ناکام بھی رهتا ہے۔

اس عہد غار نشینی میں فراهمی قوت کے لئے تردد اور تجسّس کی ضرورت تھی۔ تدبر اور تصنع کا عہد دور پڑا ہے۔ دونوں دن بھر تلاش رزق میں سرگرداں رهتے، رات کو سر جوڑ کر پڑ رهتے۔ مرد عورت کا مشکل کے وقت یار و مددگار هوتا۔ وضع حمل اور آخری ایام حمل عورت کو بےکار کر دیتے هیں۔ فراهمئ قوت کا سارا بار مرد پر پڑجاتا ہے۔ اب جو اس کا حقیقی فرض ہے اس سے دو چار هونے کی نوبت آتی ہے۔ رضاعت، پرورش اور نگہداشتِ اولاد عورت کو همه وقت غار میں موجود رهنے پر مجبور کرتی اور مرد تلاش معیشت میں دشت و بیابان کی خاک چھانتا۔ یہیں سے تفریق کار کی بنیاد پڑتی ہے۔ گھر گھر والی کا۔ بچے جانیں اور وہ۔ روٹی جانے اور مرد۔ اب تک زندگی بہت سادی سودی ہے۔ پانی اور غذا کے سوا کسی چیز کا سر انجام کرنا هی نہیں۔ بے شک اس عہد میں دشمن سے نگاهداری کا کام بڑا اهم ہے۔ دونوں کمربستہ رهتے هیں۔ اور انجام دیتے هیں۔

یہاں سے دوسرا دور شروع هوتا ہے۔ تمدن نے ترقی کی۔ شیر دار جانور پالے گئے۔ گھوڑے اونٹ سدھے۔ ڈیرے خیمے بنے۔ پہلے چرمی پھر صوفی۔ معلوم نہیں کب پشمی کی نوبت

رہنے لگی۔ اجتماعی زندگی بسر ہونے لگی۔ مگر چراگاہ کی تلاش میں کوچ اور مقام ہو رہے ہیں۔ اس عہد میں ازدواجی زندگی قدرے پر لطف ہوگئی۔ کھانے کو بھی اچھا ملتا ہے۔ تن بھی ڈھانکا جاتا ہے۔ گرمی جاڑے سے بھی تھوڑا بہت امن ہے۔ وحوش کا بھی خطرہ کم ہے۔ ہتھیار ایجاد ہوچکے ہیں۔ پتھر ہی کے سہی۔ یہاں بھی عورت کے سپرد گھر ہے۔ کھانا پکا۔ دودھ نکال۔ برتن بھانڈا کر۔ اون کات۔ کپڑا بن۔ ہم مویشی چرائیں گے۔ نئے چراگاہ تلاش کریں گے۔ دشمن سے مقابلہ آن پڑیگا تو لڑیں گے، مریں گے، پر آنچ آنے نہیں دیں گے۔ دشمن کون۔ سب سے بڑا آدمی کا دشمن آدمی۔ حقد و حسد اس کے بانی۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے برسر پیکار ہے۔ تو کون جو اس مرغزار کا دعوی دار ہے۔ یہ ہمارا ہے، تو یہاں سے چل دے۔ کوئی اور مقام تلاش کر۔ فیصلہ طاقت کے ہاتھ ہے۔ اب قوت آزمائی ہوتی ہے۔ جو جیتا، رہا؛ جو ہارا، چلتا بنا۔ عورتیں زخمیوں کی تیمار دار ہیں۔ میدان جنگ میں اگر موجود ہیں۔ تو سقایت کی خدمت پر مامور ہیں۔ اس حالت میں جستہ جستہ نکاح کا بھی سراغ ملتا ہے۔ نکاح سے اب قاضی جی کا باندھا ہوا نکاح نہ خیال فرمائیں۔ بلکہ وہ چیز جو مناکحت کی جان ہے۔ یعنی "تحصن"۔ ایک کا ہو رہنا" یا ایک خاص عورتوں کی تعداد کو اپنے لئے بلا شرکت غیرے

مخصوص کرلینا ۔ ایک سے زیادہ کا دستور قدیم ہے ۔ انسان کی
حرص غیر تمدنی حالت میں جولانیوں پر ہوتی ہے" یہ اس
کا ثمرہ ہے ۔ عورت کا درجہ خلقت میں ادنیٰ ہے ۔ طوعاً و
کرہاً جنس اعلیٰ کی اطاعت پر مجبور ہے ۔ سوکنی دعویٰ اس
کا پتہ دے رہا ہے ۔ مثل مشہور ہے "جب عراقی پر بس نہ چلا
تو گدھیا کے کان امیٹے" ۔ جب مرد پر بس نہ چلا تو اپنی ہم جنس
کو ایذا دینے لگی ۔ بے قصور قصور وار ٹھیرایا ۔ جو خرابی
کا سر چشمہ تھا ، دونوں نے اس کو عزیز رکھا ۔ یہ اس کی عزّت
اور عظمت کی دلیل نہیں تو کیا ہے ۔ وجہہ یہ کہ یہاں کبڑے
ہی کے بل گاڑی چلتی ہے ۔ مال دھن دولت طاقت سب کا وہ
مالک ٹھیرا ۔ کرو کیا کرتی ہو ۔ آپس میں کٹ مرو ۔ ناقص العقل
ناقص الخلقت کو اتنی سمجھ کہاں کہ اس پہیلی کو بوجھے ۔ اے
میری بہنو ! تم تو اب بھی وہیں ہو جہاں پہلے تھیں ۔ لاکھ
ڈینگیں مارا کرو ۔ جو تھوڑی بہت تمھاری لاج ہے وہ مردوں
ہی کے دم سے ۔ آگے چل کر تم کو سب بتا دیں گے اور تمھاری
حقیقت کھول کر تمھارے سامنے رکھ دیں گے ۔

اب تیسرا دور آتا ہے ۔ کشادگی رزق کے لئے زراعت
اور فلاحت شروع ہوئی ۔ جہاں آب رواں ہے ۔ وہاں گاؤں
آباد نظر آتے ہیں ۔ زراعت کی جان پانی ۔ جو پانی کا
مخزن ، پھر گاؤں یہاں آباد نہ ہوتے تو کہاں ہوتے ۔ خدا کی

زمین بن جتی پڑی ہے - جہاں چاہو جا بسو - یہاں تمدن ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے - بھوک لگی ، تندور (تنور) کی سوجھی - پیٹ بھرا تو دور کی سوجھی - رزق کی فراوانی ہوئی - قلعہ اور گڑھیاں تعمیر ہوئیں - حصار کھنچے - امن و عافیت کا دور دورا ہوا - دولت بڑھی - کام کاج میں کمی ہوئی - فرمائیے اس کا نتیجہ کیا ہونا تھا دماغی اشغال شروع ہوئے - خیالات نے بلند پروازیاں کیں - ہر کام کے لئے وجہہ تراشی گئی - قوانین اور ضوابط بنے ، انصاف پر بس اس حد تک مبنی جس حد تک بنانے والی جماعت کے فائدہ میں ہوں - کمزوروں کے حق میں سراسر ناانصافی مگر دلیل کے پردے میں - دلیل ان کے گھر کی لونڈی - جس طرف چاہا کان پکڑ لا بٹھایا - کمزور مار کھانے کی نشانی - ان کے حق میں جو چاہا قانون بنادیا سارے کا سارا ہمارے فائدے میں - مگر دلیل اور بینہ حاضر - چوں کرنے کی گنجائش نہیں - تم ایک سے زیادہ کرو تو گردن زدنی اور ہم کریں تو مورد آفریں - تمہارے سپرد گھر کے سارے دھندے اور اولاد کی پرورش ہمیشہ سے یہی کرتی چلی آئی ہو - اب اس سے کیوں انکار - تم ہم کو چھوڑ نہیں سکتیں - ہم تم کو چھوڑ سکتے ہیں - دلیل یہ کہ ہم تم سے زیادہ قوی ہیں - تم کو کھانے کو دیتے ہیں - تم ہماری محتاج ہو ، ہم تمہارے محتاج نہیں - کھانے

کپڑے کو جانے دو ۔ تم دشمن سے اپنی حفاظت کر سکتی ہو ؟
اگر تم کر سکتی ہو تو کرکے دکھاؤ ۔ ہرگز نہیں دکھا سکتیں ۔
یہ دوسری دلیل ہوئی کہ ہم تمہارے سردار اور سردھرے
ہیں ۔ حفاظت کی خدمت کا حق بھی ہم کو ملنا چاہئے ۔
پھر ہمارا غلبہ کیوں تسلیم نہیں، ہم غالب تم مغلوب ۔ ہم راجا
تم پرجا ۔ سچ ہے اس دور میں تمہارا پرسان حال کون ہے !
عنان حکومت مردوں کے ہاتھ میں ہے ۔ مذہبی پیشوا اور
ملکی پیشوا دونوں یہی مرشد ہیں ۔ خدا اِن کے دل میں
رحم ڈالے تو سب کچھ ہے ، ورنہ جس کل بٹھائیں گے بیٹھنا
ہوگا اور جس کل اٹھائیں گے اٹھنا ۔

یہ دور بھی ختم ہوتا ہے ۔ عقل ترقی کرکے آسمان کے
تارے توڑتی ہے ۔ فلسفی آتے ہیں اور دماغ سے اتار تار کر باتیں
بناتے ہیں ۔ آسمان اور زمین کے قلابے ملاتے ہیں نہ کسی کے
دوست ہیں نہ دشمن ۔ سارے آدمی پیٹ کے بندے ہیں، یہہ عقل
کے ۔ خوب خیالی قلعے بناتے ہیں اور عقل کی بلند پروازیاں
دکھاتے ہیں ۔ ہر فرد بشر کے حقوق قائم کرتے ہیں ۔ دور کی
کوڑی لاتے ہیں ۔ کچھ ان کے کہنے پر عمل کرتے ہیں کچھ
منحرف رہتے ہیں ۔ ان کے پاس سوائے عقل کے تیر تکوں کے اور
دھرا ہی کیا ہے ۔ تلقین اور ارشاد سے جتنا کام بن سکتا بناتے ۔
فلسفے کا چراغ جلاتے ۔ پھر ایک ہوا چلی اور وہ ڈھنڈا

ھوکر رہ گیا۔ ھم کو صرف دو ممالک سے بحث ھے ۔ ھند اور عرب ۔ عورتوں کو دیوی کا خطاب عطا ھوا ۔ ھر عورت کو دیوی کہا گیا ۔ دیوتاؤں کو جوروئیں دی گئیں وہ بھی دیویاں کہلائیں ۔ ان کے مندر بنے ۔ پوجا پاٹ ھوئی ۔ خطاب تو ایسا لمبا چوڑا دیوی کا ۔ نام بہت اور درشن تھوڑے ۔ دیوی پیدا ھوتی ھے ۔ دادی صاحبہ تشریف لاتی ھیں ۔ گلا گھونٹ موت کی آغوش میں دے دیتی ھیں ۔ اور فرماتی ھیں، جا لالہ کو بھیج دے ۔ ھم کو ذاتی طور پر اس کا علم نہیں ۔ مدر انڈیا میں لکھا ھے ۔ دروغ بر گردن راوی ۔ یہ ھے تو دختر کشی موجود ۔ سبحان اللہ ! کیا دیوی کے ساتھ انصاف ھو رھا ھے ۔ اور لیجئے لکھ پتی ماں باپ مگر لڑکی محروم الارث ۔ ھاتھ اٹھایا مل سکتا ھے ۔ شادی شدہ میں باپ کے بعد سگا یا متبنیٰ بھائی جی چاھے مدد کردے ۔ ملاحظہ ھو دیوی بیچاری دوسروں کی دست نگر ۔ اور سنئے مر کے بھی فلسفی صاحب چاھتے ھیں کہ دیوی کو ساتھ لے جائیں ۔ جیتی جاگتی آگ میں جل رھی ھیں ۔ کہہ و نا یہہ اختیاری امر ھے ۔ پتی کی پیت پر انحصار ھے ۔ جان آدمی کی ملک ھے ۔ جس طرح چاھے دے ۔ مان لیا ۔ اگر پتی سے جان عزیز ھے، لیجئے جیتی تو رھیں برے دھاڑے ۔ سر منڈ گیا ۔ بناؤ سنگھار ختم ھوا ۔ یہ تو پتی ھی کے دم تک تھا ۔ نابالغ بھی ھیں تو بھی دوبارہ رفیق زندگی

ملنے کی آس نہیں۔ زندہ ہیں مگر درگور - سسرال میں نحس قدم - میکے میں رنج و ملال کی نشانی - شادی بیاہ میں سب ان کے سائے سے گریزاں - ملکیت کا دعوی کسی چیز پر نہیں - سسرال اور میکے والوں کے رحم پر گزر اوقات - انگریزی کی مثل ھے - کتے کو برا نام دو اور پھانسی پر لٹکا دو - ھمارے ھاں اچھا نام دو اور پھانسی چڑھادو - زچگی کا زمانہ جو عورت کے لئے سب سے زیادہ محتاجی کا وقت ھے حلال خوری سے بدتر - جو چیز اس سے چھو گئی چھوت سوختنی - کا کنوں کے ھاتھ میں پڑی ھے - کوئی پرسان حال نہیں - پاس آیا اور گندا ھوا - بڑے گھر کی زچہ ھے - پھر بھی کوئی چیز ٹھیک سرے کی پاس نہیں - ھوبھی تو کیوں کر - جو چیز چھوگئی، بیکار - رضاعت مال - ھم تو مال پر جان دیتے ھیں - یہی تو زندگی کا سہارا ہے - لو میاں فلسفی تم آئے تو تم نے عورت سے کیا خوب سلوک کیا - اچھا جو کچھ کیا سو کیا - اتنا تو کیا ھوتا کہ مرد کو تعداد ازدواج کی اجازت تو نہ دی ھوتی - مگر اس پر تو تم نے کوئی قید ھی نہیں لگائی عورت سے تو ایسی بڑی بڑی امیدیں کہ وہ چتا پر تمھارے ساتھ جلے - اور تم چاھو تو روز صبح اٹھ کر پھیرے کرا لو، دلہیوں سے گھر بھر لو - کوئی روک ٹوک نہیں -

اب عرب کی سنئے۔ اللہ میاں کو بیٹی کا باپ بنا دیا۔ توں عورت کا رتبہ بڑھایا۔ فرشتے اللہ میاں کی بیٹیاں ٹھیریں۔ ان کے تھان بنائے اور ثان بنے خوب پرستش ہوئی۔ مگر خود بیٹے ھی کے باپ رھے۔ اور دختر کشی پر آمادہ۔ ازدواج میں تعداد کی کوئی قید نہیں، بلکہ تعدد باعث فخر و مباھات۔ وہ آریا نسل ھے یہ سامی۔ ھاں بنی اسرائیل کے ھاں عورت کی تھوڑی بہت قدر و منزلت تھی۔ تعدد یہاں بھی نظر آرھا ھے۔ مگر دختر کشی مفقود ھے۔ یہی غنیمت۔ اس سب پر طرہ۔ دیوی اور نسا دونوں اولاد ذکور سے خوش اور اناث سے کبیدہ۔ اگر بیٹی جنی تو منہ بن گیا۔ بیٹا ھوا تو باچھیں کھل گئیں۔ کیا خدا کی شان ھے۔ کیسی الٹی گنگا بہتی ھے۔ ھونا تو یہ چاھئے تھا۔ بیٹی سے ماں خوش، بیٹے سے باپ۔ مگر جس کو پی چاھے وھی سہاگن کہلائے۔ جس میں تو خوش اس میں میں خوش۔ میری کوئی جداگانہ ھستی ھی نہیں۔ لو بھائیو اور بہنو! تم نے زمانہ جاھلیت اور ویدک عہد کے قصے سن لئے۔

اب اسلام آیا اور برکتیں ساتھ لایا۔ عورت کے حقوق کی نگہداشت کی۔ نہ اِس کو دیبی بنایا نہ پوجا کی۔ نہ آسمان ھی پر چڑھایا۔ نہ اندھے کنویں ھی میں دھکا دیا۔ اس کا اصلی مقام تھا وھاں لا بٹھایا۔ ایک معترض۔ کیا اسلام میں کئی کئی بیویاں کرنی روا نہیں؟ جناب چار تک جائز ھیں۔ ذرا حضور

غور فرمائیں ۔ دنیا نے تو اب تک کوئی تعداد ھی مقرر نہیں کی تھی ۔ ھم نے چار تو کردی ۔ یہ کچھ کم احسان ھے ۔ ھم سے پہلے تو بے شمار تھیں ۔ اب قابل شمار تو ھیں ۔ تھوڑا اور غور کیجئے ۔ یہ عدل کی پخ کیسی ۔ لیجئے چار بھی دشوار ۔ اور خود اللہ میاں ایک کو مناسب خیال فرما رھے ھیں ۔ اگر کرتے ھو تو اللہ میاں سے زیادہ عقل مند ٹھیرتے ھو ۔ مگر ھوتی چلی آئی ھے ۔ اور ھوتی چلی جائیے گی ۔ انسان کمزور کے حقوق پامال کرنے پر دلیر ھے ۔ اور عورت کمزور ھے ۔ حقوق کا پامال ھونا لازمی ۔ پھر خدا کے فرمانے پر کون چلے ۔ یہاں تو نفس پرستی کا بازار گرم ھے ۔ اگر بات کو سمجھو تو ایک ھی رہ جاتی ھے ۔ ,, لاتقرب الصلوۃ ،، تو پڑھ لیا اور ,, وانتم سکریٰ ،، چھوڑ گئے ۔ ایک آواز ۔ پھر اس ھیر پھیر کی کیا ضرورت تھی سیدھے سبھاؤ یہ کہہ دیا ھوتا ۔ ایک کرو دوسری حرام؟ حضور آپ کی عقل کے صدقے جائیے ۔ میاں بھائی اسلام کا قانون بیحد استوار ھے ۔ یہ کہیں لچکتا ھی نہیں ۔ اگر ایک کا حکم ھوتا تو دوسری ناممکن ھوجاتی ۔ پھر کوئی ایسا کرتا تو اولاد حرامی قرار پاتی ۔ کبھی انسان کو ایک سے زیادہ کی ضرورت پڑ جاتی ھے ۔ اور وہ ناگزیر ھوتی ھے ۔ اڑے تھڑے کے واسطے اجازت ھے ۔ عدل کی پخ لگانے کا مطلب ھی یہ ھے ۔ میں اس مسئلے کو یہیں چھوڑ دیتا ۔ مگر میں نے وعدہ کر لیا ھے ، اگر کسی بات

کی تشریح مطلوب ہوگی تو کروں گا۔ لہذا مثال کے طور
پر سنئے۔ ایک نے شادی کی، کثیرالاولاد ہوا۔ بیوی اپاہج
ہوگئی۔ خود مفلس ہے۔ اب فرمائیے کون گھر کا انتظام کرے
اور روٹی ٹکڑا پکا کر سب کا پیٹ بھرے؟ اس کو تو کمانے
سے فرصت نہیں۔ بس بھائی اب نہ کرے تو کیا کرے۔ برے
بھلے حال سب کے پیٹ میں روٹی تو پڑ جائیگی۔ اب تم ہی
کہہ دو حکم قرین انصاف ہے کہ نہیں۔ دوسری بات سنئے۔ جو کبھی
نہ ہوا تھا وہ ہوا۔ عورت کو میراث ملنے لگی۔ اگر ورثہ مل
گیا تو وہ کسی کی محتاج نہیں۔ اس کا مال علاحدہ، اس کی
چیز الگ۔ بڑی بڑی متمدن قوموں کے قانون ملاحظہ ہوں۔
شادی ہوتے ہی میم صاحب کے مال کا صاحب مختار کل، جو
چاہے سو کرے۔ اب تھوڑے دنوں سے اس میں کچھ تبدیلی
واقع ہوئی ہے۔ جناب یہ روما کا قانون ہے، جہاں قانون نے
دیوتاؤں نے جنم لیا تھا۔ اب فرمائیے یہ بھی کچھ عورتوں پر
احسان ہے یا نہیں۔ اعتراض ہوا ہے۔ کیوں صاحب کیا پردے
کا حکم عورتوں پر تشدد نہیں؟ ہم نے تو بنی اسرائیل کی
عورتوں کو بھی پردہ کرتے نہیں سنا۔ اگر شبہ ہو تو سورہ
مریم حاضر ہے۔ جی جناب ہم کو تو شبہ نہیں، ہم کب کہتے ہیں
بنی اسرائیل اور اہل ہنود کے ہاں پردہ تھا۔ آپ پے پردگی
کے معنی کیا لیتے ہیں؟ کیا یہ ہیں کہ ننگی ہو کر چوراہے میں

ناچیں ۔ بے شک اسلام اسکی تو اجازت نہیں دیتا ۔ اور نہ وہ یہ حکم دیتا ہے کہ ان کو دیوار میں رکھ کر چن دو ۔ حالت بین بین ہے ۔ نہ بالکل رخصت ہے نہ بالکل پابندی ۔ اسلام کا اصول پردہ کاروبار زندگی میں ھارج نہیں ۔ اپنی نمود کی خاطر جتنا چاھو بڑھاؤ اور دکھ جھیلو ۔ شریعت نے تو تکلف نہیں کیا ۔ میں اس مسئلہ پر زیادہ عرض کرنا نہیں چاھتا ۔ زمانہ اس کو ایک اھم شکل دے رھا ہے ۔ بڑے بڑے لائق آدمی اس پہ بحثیں کر رہے ھیں ۔ ان سے مستفید ھوئیے اور مجھے معاف فرمائیے ۔

میں اسلام کے احسان پیش کر چکا ۔ اب تقریر کا پہلو بدلتا ھوں ۔ اپنی بہنوں کو مخاطب کرتا ھوں ۔ بہنو سنو اور کان دھر کر سنو ! مردوں نے تم کو کس طرح سے ھمیشہ سے دھوکے میں رکھ چھوڑا ہے ۔ اماں حوا نے حضرت آدم کو گیہوں کھلا کر ایک دھوکا دیا تھا ، یہ تم کو دن میں سو دھوکے دیتے ھیں ۔ شاید بدلا لیتے ھوں ۔ کبھی تمھاری حقیقت تم پر ظاھر ھونے ھی نہیں دیتے ۔ ھر عہد میں تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ۔ تم ھمیشہ ان کی عشرت کا آلۂ کار رھیں ۔ محبت کی تو غرض کی ۔ التفات کیا تو مطلب سے ۔ اب ھم تم کو بتاتے ھیں تم کس طرح جال میں پھنستی ھو ۔ ایک زمانہ میں تمھارے یہ کان بھرے ۔ دیکھو بہو بیٹیوں کا طریقہ گھر سے باھر

قدم نکالنے کا نہیں۔ تم گھر کی رانی ہو۔ بس یہاں بیٹھی بیٹھی ہم پر حکومت کئے جاؤ۔ ہم ناز برداری کو حاضر ہیں۔ چکی پیسو۔ روٹی پکاؤ۔ میلی کچیلی رہو۔ اسی میں تمہارا حسن ہے۔ اسی میں تمہاری شرافت۔ یونہی ماں باپ کی لاج رہتی ہے۔ کچھ ہی دم پر بن جائے اف نہ کرنا۔ تم یہ سمجھیں کہ بالکل ٹھیک۔ تم کو بہکا کر اپنا الو سیدھا کیا۔ اس زمانے کی روش ہی یہ تھی۔ اسی پر شرافت کا مدار تھا۔ اب ہوا کا رخ بدلا، مغربی تہذیب آئی۔ ان کا یہ جی چاہا کہ تم بھی میم صاحب بن جاؤ اور ہم تم کو بغل میں دبائے دبائے پڑے پھریں۔ تمہارے کان میں یہ پھونک دیا۔ تم کیا مردوں سے کم ہو جو یوں بند پڑی رہتی ہو؟ باہر نکلو مردوں کے قدم بہ قدم چلو۔ اسی میں اپنی عشرت نظر آئی یہی کیا۔ نہ یہ سچ ہے نہ وہ سچ، واقعی حالت کچھ اور ہی ہے۔

اب ذرا مغرب کا حال سنو۔ یہاں شولری کے زمانے سے مردوں کی عنایت عورتوں کی طرف مبزول ہوئی۔ اس کو جزو شرافت تصور کیا۔ تم اپھر نہ جانا کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ یورپ نے ہماری عزت کی۔ حقیقت یہ نہیں۔ تم کو صنف ضعیف سمجھ کر رحم کیا۔ شرافت کا اصلی معیار دنیا میں یہی چلا آیا ہے۔ اپنے سے کم کمزور پر رحم کرو۔ رزیل اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ شاباش! نجابت اور شرافت اسی میں ہے۔ دراصل

اس میں بھی تمھاری تذلیل، کمزور ہونا، اور واجب الرحم ہونا۔ عزت اور عظمت نہیں۔ عزت تو طاقت میں ہے۔ حکومت کے ساتھ اس تہذیب اور تعلیم نے مشرق میں رواج پایا۔ طریق الملوک ملوک الطریق۔ آنکھیں بند کر عورتوں کی آزادی کا اخلاقی اعلان کر دیا۔ اگر یقین نہ آئے تو دیکھ لو۔ عورتوں کو کس گروہ میں آزادی حاصل ہے۔ وہی انگریزی تعلیم یافتہ جماعت۔ غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں تو قدیم دستور قائم ہے۔ گاؤں گوی کی حالت وہی ہے جو تھی۔ پردہ موجود تعلیم نہ دارد۔ تعلیم یافتہ عورتیں ہیں کہ ماش کے آٹے کی طرح اینٹھی جاتی ہیں۔ دماغوں میں یہ سودا سمایا ہے۔ ماہم چیزے ہستیم۔ ہم مردوں کے ہمسر ہیں، مد مقابل ہیں۔ کیا یہ مردوں کی جواں مردی نہیں کہ وہ مزاحمت نہیں کرتے۔ دیکھتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ جھوٹی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں۔ شہ دے دے کر تم کو ابھارتے ہیں۔ ان کو اسی میں مزا آتا ہے۔ تم سب کچھ سچ سمجھتی ہو۔ ایک دن وہ آئے گا کہ دونوں اپنی غلط کرداریوں کا مزا چکھیں گے۔ ذرا روس کی حالت پر نظر ڈالو۔ وہاں کے نئے دور میں مکمل ازادی کیا رنگ لارہی ہے۔ خانگی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ دن بھر میں تین نکاح اور تین طلاق۔ کیوں بہنو! کیسی پر لطف زندگی ہے۔ کیا ایسی زندگی بسر کرنے پر راضی ہو۔ یہی لیل و نہار ہے تو یہاں بھی یہ ہونا ہے۔

ذرا ازادی کی خوگر ہوجاؤ ۔ پھر دیکھنا کیا تماشا ہوتا ہے ۔ ہم کو بھرے پر چڑھا دیا ہے کہ تم مردوں سے کسی عنوان کم نہیں ۔ بانس پر چڑھ تو گئیں۔ اب گریں تو ہڈی پسلی کی خیر نہیں ۔ تم خموش بیٹھی میری باتیں سن رہی ہو ۔ میں تم کو الزام دے رہا ہوں ۔ مگر تمہاری طرف سے صدائے برنمی خیزد ۔ تم سمجھیں اس کا سبب کیا ہے ؟ تم ابھی پردے میں بند ہو ۔ یورپ کی عورتوں جیسی نہ تعلیم نہ خود رائی ۔ نہیں تو مجھے سر سلامت لے کر جانا نصیب نہ ہوتا ۔ ابھی تم مجھ پر چڑھائی کردیتیں ۔ میں حق گوئی سے باز رہنے والا نہیں ۔ لو سنو اور غور سے سنو ۔ تم سب میری بہنیں اور بیٹیاں ہو ۔ میں تم کو بیحد عزیز رکھتا ہوں ، یہ میری محبت ہی ہے جو مجھ سے یہ کہوا رہی ہے ۔ ورنہ کون بیٹھے بٹھائے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑتا ۔ اور اپنی جان کو عذاب مول لیتا ۔ میرا دل چاہتا ہے کہ سودائے خام کا علاج ہوجائے ۔

یورپ میں نئی تعلیم اور تہذیب کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا ۔ دیکھیں وہاں کی عورتوں نے مردانہ کاموں میں کیا ترقی کی ۔ پہلے نرسیں بنیں ۔ یہ ان کا حق تھا ، حق بہ حق دار رسید ۔ تیمار داری کی دعائیں لیں ۔ تحسین و آفرین سنی ۔ اس پر قانع نہ رہیں ۔ ڈاکٹروں کی صحبت نے اثر دکھایا ۔ خود ڈاکٹر بننے کا ولولہ دل میں سمایا ۔ پھر کیا تھا ، پڑھ لکھ لیڈی

ڈاکٹر بن بیٹھیں۔ عورت کی امداد میں جو کچھ کیا وہ ضروری تھا۔ ضرورت پوری کی۔ اپنی بہنوں کی مدد کی۔ خدا بھلا کرے۔ مردوں کی ہمسری کا دم تو بھرتی ہو۔ ذرا دیکھو تو ایک صدی کی تعلیم کے بعد بھی کسی مرتبے کو پہنچی ہو کوئی قابل قدر تصنیف اس فن میں پیش کرسکتی ہو جو پڑھی اور پڑھائی جاتی ہو؟ کوئی آلہ جراحی ایجاد کیا؟ عورتوں ہی کے کام کا سہی۔ جدید تحقیقات میں کتنا حصہ لیا۔ بس صفر۔ تم تو تیار مال پر یاحسین کہنے والی ہو! کچھ غور بھی کیا اس کا سبب کیا! انصاف تو یہ ہے تمھارے دماغ ہمارے مقابلہ کے نہیں۔ چلو اس کو چھوڑدو۔ کہہ دو ہمارا دماغ اس فن شریف میں نہیں لڑتا۔ اور فنون پڑے ہیں ان میں ہم مقابلہ پر آئیں گے۔ فلسفہ پڑھا، ڈاکٹر کی ڈگری لی۔ پھر کیا کوئی نیا نظریہ پیش کیا؟ اور دنیا نے قبول کیا؟ یہاں بھی ٹائیں ٹائیں پھش۔ قانون تو تمدن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں کچھ کر دکھایا ہوتا۔ بیرسٹر تو اپ بن گئیں، مردوں نے لاکھ ٹالا۔ ہاتھ پیر مار کے عدالت میں پیش ہونے کی اجازت حاصل کر ہی لی۔ پھر کون سا اہم مقدمہ آپ کی پیروی سے جیتا۔ اور اخباروں کے کالم آپ کی تعریفوں میں سیاہ ہوئے۔

اب میدان جنگ میں آئیے۔ تلوار بندوق لگائے وردی پہنے اپ مردوں کے پہلو بہ پہلو ڈٹی ہوئی ہیں۔ قواعد پریڈ

بھی خوب فرماتی ھیں ۔ قدم بھی مل کر اٹھتا ھے ۔ نشانہ بازی سے بھی ماھر ھوگئی ھیں ۔ ضرور کسی نہ کسی جنگ میں بڑے فوجی دستہ کو لڑایا ھوگا دریافت کیا تو یہہ بھی نہیں ۔ خندقوں میں بیٹھی دور سے ڈھون ڈھانا کرتی رھیں ۔ مرد جنرل کی حکم بردار ھیں ۔ لیجئیے میدان جنگ سے بھی ناکام واپس ھوئیں ۔ یہہ میدان بھی مردوں ھی کے ھاتھ رھا ۔ سیا سیات تو بچوں کا کھیل ھے ۔ یہ گھر کا کام ھے ۔ ھمارا گھر چھوٹا سہی ۔ حکومت بڑا گھر ھے ۔ ھم گھر کی رانیاں ھیں ۔ اس میں نہ بہادری کی ضرورت ، نہ طاقت آزمائی کا کام ۔ یہاں تو صرف ذھانت کی حاجت ھے ۔ پھر ھم کچھ کم ذھین ھیں ؟ ضرور مردوں کو زک دیں گے ، بہت زور مارا ۔ لکچر بازیاں کیں ۔ پوسٹر شائع کرائے ۔ اپنے مداحوں کو لے کر ووٹ دلانے پہنچیں ۔ وھی ڈھاک کے تین پات ۔ دو ایک سے زیادہ کسی مجلس قانون سازی میں نظر نہیں آتیں ۔ اگر وزیر سلطنت ھیں ، وہ بھی مردوں کا صدقہ ۔ کھلونے کے طور پر آگے دھر لیا ھے ۔ ھوائے سبز وار بہتر ازیں نمی پرورد کی مثل ھے ۔ باوا دادا نے کچھ کارنامے کئے تھے ۔ یہہ ان کی اولاد ھیں ۔ زمانہ موافق اور قدر شناس ھے ۔ آگے بڑھا دیا ۔ حقیقت ھیچ شعر ۔

یہ ہیں میر مجلس کہ چینی کی مورت
ٹٹولو تو ہیچ اور دیکھو تو سب کچھ

یہ بھی جانے دو۔ ذرا سائنس کی سیر کرو، بڑی بڑی طبیعیات اور کیمیا کی ڈگریاں لیں۔ سارے قدرت کے رازوں سے آگاہ ہوئیں۔ ضرور اس صدی میں سائنٹفک ایجار کا سہرا ان کے سر رہے گا۔ آؤ تلاش کریں۔ شاید وائرلیس اور گریمو فون کی موجد کوئی عورت مل جائے۔ لاحول ولا قوۃ۔ وہ تو مارکونی اور واٹ سن ہیں۔ لو بھائی یہاں بھی دال نہ گلی اور اپناسا منہ لے کر واپس آنا پڑا۔

اب اپنی توہین کی باتیں سن کر عورتیں بیتاب ہوگئیں۔ ایک عورت سے نہ رہا گیا، پردے کے پیچھے سے بول اٹھی۔ یہ جو علم و ہنر بیان ہوئے ان سے ہم کو زیادہ تعلق نہیں۔ ہم صنف لطیف ہیں۔ فنون لطیفہ سے سروکار ہے۔ ماشاءاللہ بہن! خوب یاد دلایا۔ میں تو فنون لطیفہ کو تقریر کی امد میں بھول ہی گیا تھا۔ دیکھئے کائنات عالم میں عورت کیسی ضروری چیز ہے۔ اس وقت میری بہن مجھ پر اعتراض نہ کرتیں تو بات ادھوری رہ جاتی۔ بہن! میں آپ کا بےحد شکر گزار ہوں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ اس میں بھی مجھے تو اس صنف کی مٹی پلید ہوتی نظر آتی ہے۔ لیجئے اس کی حقیقت سنئے۔ پہلے موسیقی کا ساز چھیڑ دوں۔ موسیقی کی جان ہندوستان کی

راگ راگنی ہے۔ یورپ کی الاپ ہم کو نہیں سہاتی۔ خدا معلوم ہم بے رکھے ہیں یا وہ۔ ہندوستان میں یہ پودا خوب پروان چڑھا۔ ہندؤں کی کوئی مستقل تاریخ ہوتی تو اس کی ابتدا کا پتہ چلتا۔ ہاں فسانہ نگار شام کو بانسری نواز بتاتے ہیں۔ گوپیوں کے دلدادہ۔ رنگ رلیوں کے شیدائی۔ کیوں نہ ہو اوتار ہیں، آسمان پر سے لولوئے فلک کو اتار لاتے ہوں گے۔ اور گوپیوں میں شامل کر لیتے ہوں گے۔ خیر یہ دور کی باتیں ہیں۔ اہل ہنود میں موسیقی عبادت اور پرستش میں داخل ہے۔ اس سے ادمیوں ہی کا نہیں بلکہ مورتیوں کا بھی دل بہلتا ہے۔ مندروں میں گائینوں کا انتظام تھا اور ہے۔ طائفے موجود رہتے ہیں۔ پری پیکر دور دور سے لا کر جمع کئے جاتے ہیں؛ باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے، زندگی وقف کی جاتی ہے۔ مگر استاد کون، وہی مرد، موئے نائک۔ کسی نائکہ کا نام سننے میں نہیں آیا۔ اس قصے کو چھوڑو، یہ تو داستان پارینہ ہے، یا مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ جن کو ہم جانتے ہیں، ان کا ذکر کرو۔ کیوں جی، تان سین اور تان رس عورت تھے یا مرد؟ اب کہو کے بیسی کے ساتھ ہوئے؟ یہاں بھی قابل قدر مرتبہ حاصل نہیں کیا۔ ناچ کا حال اور ذرا سا سن لو۔ اس میں بھی استاد مرد ہیں جن کو کتھک کہتے ہیں۔ تم ان سے بھی بازی نہیں لے گئیں۔ مصوری کی باری آئی۔ کیوں بہنو! مانی اور بہزاد کون تھے؟ یہ تو مردوں کے نام معلوم

ہوتے ہیں ۔ اچھا چلو یورپ میں تلاش کریں۔ وہاں سب میکائیل انجلو کا دم بھر رہے ہیں ۔ بس اس قصے میں نہ پڑو ۔ شاعری کو لو ۔ ہومر ، ڈانٹے ، کالی داس ، فردوسی ، ملٹن ، شیکسپیر ، فہرست اول سے آخر تک مردوں کے ناموں سے لبی پڑی ہے ۔ بزرگوں نے کہیں جگہ ہی نہ چھوڑی کہ ہم عورت کا نام لکھ دیں ۔ مگر ایک بات ہے ۔ ان شاعروں کو بڑا زمانہ گزرا ۔ چلو ریسرچ کریں ۔ شاید مورخوں کو متشابہ لگا ہو ۔ کوئی نظریہ قائم ہوسکے اور ان میں سے کوئی نہ کوئی عورت ثابت ہوجائے ۔ اجی پوری نہ سہی ادھوری ہی سہی ۔ آج کل تو اسی کا زمانہ ہے ۔ ان لوگوں کے دماغوں میں ان ہوئی باتیں آتی ہیں ۔ ذرا تھمو ۔ شیکسپیر کے معاملے میں انگلی دھرنے کی گنجائش ہے ۔ بعض کا خیال ہے ، اس کے نام سے جو ڈرامے مشہور ہیں وہ کسی اور کے لکھے ہوئے ہیں ۔ جب اور ہی کے لکھے ہوئے ٹھیرے پھر وہ عورت ہی کیوں نہ تسلیم کرلی جائے ۔ بہنو ! مرد تمھارے سخت مخالف ہیں۔ وہ اس نظریے کو چلنے دینے والے نہیں ۔ میں تو ہر طرح تمھاری مدد پر کمربستہ ہوں ۔ اور کسی شاعر کو تو ہم نے دیکھا نہیں ۔ ہاں حالی اور داغ کو دیکھا ہے ۔ ان دونوں کی نسبت ہم قسم کھانے کو تیار ہیں کہ وہ مرد تھے ۔ ہاں خوب یاد آیا ۔ جان صاحب نے دیوان لکھا ۔ زبان بھی ریختی اختیار کی ۔ مشاعروں میں بھی اوڑھنی اوڑھ

گھونگٹ نکال، کمر مٹکا کر شعر پڑھے۔ ناک پر انگلی بھی رکھی، وئی اوئی بھی کی مگر ستم ظریفی دیکھئے، وھاں بھی یاروں نے گھونگٹ الٹ دیا اور ڈاڑھی مونچھ دکھادی۔ بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ کہاں تک تم کو بتاؤں۔ تمھاری تو ھارھی ھار ھے جیت کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اپنے منہ میاں مٹھو کہا کرو۔ سب سے بڑی بات سنو اور اپنا سا منہ لیکر رہ جاؤ۔ امور خانہ داری ابتدائے آفرینش سے تمہارے سپرد ھیں۔ امید تھی کہ ان میں مرد تم سے لگا نہ کہا سکیں گے۔ مگر امید پر پانی پھر گیا۔ یہاں بھی یاس نے اپنا منحوس منہ دکھایا۔ اب اس کا حال سنو۔ سینا پرونا تم کو میراث میں ملا ھے۔ کیا تم نے سینے کی مشین ایجاد کی؟ کہہ دو "یہ تو کل پرزوں کے کام ھیں، ھم نے کبھی نہیں کئے۔ مرد ھی کرتے ھیں۔ پھر مشین کے ایجاد کی ھم سے توقع کیسی" اچھا یونہی سہی۔ سینے اور قطع و برید کی تو تم استانیاں رھی ھو۔ اچھا بتاؤ۔ درزیوں کے بڑے کارخانوں میں تم قطع و برید کا کام کر رھی ھو یا مرد۔ اب تو ھار مانی؟

اب پکانے پر اؤ۔ دیگچی تو تم اتار لوگی۔ مگر جب میاں دیگ چڑھوائیں گے تو باورچی باھر سے ھی جاکر لائیں گے۔ کیوں نہیں دیگیں اتارتیں؟ بس یہی تمھاری کائنات ھے اور اس پہ یہ لن ترانی؟ اچھا! گھر داری میں تم اپنے کو فرد خیال کرتی ھو۔ بیشک گھر داری تم کر سکتی ھو، مگر چھوٹے

پیمانے پر۔ جہاں کارخانہ بڑھا اور وہیں انتظام کو مرد ان کودا۔ وہی منتظم ہے۔ وہی سالارخاں - وہی نان بائی، وہی خانساماں۔ دیکھو اب مردوں کی ہمسری کا نام نہ لینا - اپنے گریبان میں منہ دینا۔

اب تم کو مردوں کے دھوکے سنائیں - وہ تم کو گھر کی رانیاں کہتے ہیں۔ گھر کی زینت بتاتے ہیں۔ سب دھوکا، ساری دل خوش کرنے کی باتیں - اِن کا دل اس میں خوش ہوتا ہے کہ تم کو خوش خوش دیکھیں، تمھاری تیوری پر بل نہ آنے پائے - خانگی زندگی کا لطف اسی میں ہے - یہ سب اپنی خاطر ہے - تمھاری خاطر کچھ بھی نہیں - اگر یقین نہ آئے، تجربہ کر دیکھو - ذرا ان کی خلافِ مرضی کرو - پھر 'ان تلوں تیل ہی نہ تھا گویا'۔ تمھاری الفت کی قسم کھاتے ہیں، وفا کے وعدے کرتے ہیں، پیمان باندھتے ہیں - یاد رہے وہ کچے تاگے سے باندھتے ہیں - یہ سب حسن و عشق کی داستان ہے۔ یہ پیمان تمھارے ساتھ نہیں ہوتے، تمھارے حسن کے ساتھ ہوتے ہیں - حسن کو زوال لازم، پیمان کو بے ثباتی ضرور - فات الشرط، فات المشروط۔ شعر

وہ شمع شمع نہیں جس میں اب فروغ نہیں
وہ یار یار نہیں جو کہ طرح دار نہیں

برا ماننے کی بات نہیں، قانون قدرت یہی ہے۔ تمھیں بنایا ہی ایسا گیا ہے۔ اگر شکایت ہے تو بنانے والے سے کرو۔ اس نے کیوں تم کو ایسا بنایا؟ تمھارے حسن کو کیوں نہ لازوال کیا؟ حقیقت پر پردہ نہ ڈالو۔ تمھاری جوانی بیس پچیس برس کی مہمان ہے۔ مرد کے شباب کو زیادہ پائندگی۔ شعر

پھول دو دن بھی تروتازہ کہاں رہتا ہے
مرد چالیس برس تک بھی جواں رہتا ہے

دوسرے تم پر زچگی اور پرورشِ اولاد کی آفتیں ہیں۔ یہ تمھارے حسن پر آتش و نم کا کام کرتی ہیں۔ ان سے گریز نہیں۔ پھر مردوں کا کیا قصور؟ بے اعتنائی ہوتی ہے۔ تم ناقص العقل ہو۔ پہلے سے اس مصیبت کو جھیلنے کے لئے تیار نہیں رہتیں۔ تم جوانی میں یہ خیال کرتی ہو کہ سدا تمھارا یہی زمانہ رہے گا۔ یہ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات۔ مردوں کے چاؤ چوچلوں میں مت آؤ۔ کس کی بنی رہی ہے کس کی بنی رہے گی۔ تم پڑھو لکھو، مردوں کے قدم بہ قدم چلو، مگر اپنے کو بھولو نہیں۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔ اب بات تمھارے ہاتھ ہے۔ یہ ساری نیک نفس مردوں کی مہربانیاں ہیں۔ تم کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ مد مقابل نہیں بننا چاہئے۔ ایسا کیا تو جنھوں نے تم کو سر پر چڑھایا ہے

یہی قدموں میں روند ڈالیں گے ۔ تم کمزور ہو اور رہوگی ۔
مقاومت کی تاب نہیں لاسکتیں ۔ کیا سیاست کیا معاشرت ۔
سیاست میں یہ راز نمایاں تر ہے ۔ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل
نہیں ہوسکتے ۔ کمزور ڈھیلی ڈوری پاکر پھٹ پڑتا ہے ۔ یہ بھی
کمزوری کی ایک علامت ہے ۔ پھر سر کچلا جاتا ہے ۔ اور وہ
منہ دیکھتے کا دیکھتا رہ جاتا ہے ۔ اے میری بہنوں ! ہوشیار
رہو ۔ اپنی بساط سے تجاوز نہ کرنا ۔ اب تم کو ایک گر کی
بات بتاتے ہیں ۔ تم کو جس حالت میں پہلے ڈال رکھا تھا وہ
غلطی تھی ۔ اب جس مقام پر لانا چاہتے ہیں وہ بھی غلطی
ہے ۔ تم مردوں کی تسکینِ خاطر کے لئے پیدا ہوئی ہو وہی تمہارا
اصلی کام ہے ۔ تم میں ہر ایک کام کرنے کے جوہر موجود
ہیں مگر ایک حد تک ، مردوں کے مقابلے کے نہیں ۔ تم کو بیکار
کہنا بھی خلافِ عقل ہے اور تم کو بڑھ چلنا بھی نامناسب ۔
تم مردوں کی ہر کام میں مددگار بن سکتی ہو ۔ یوں کہو ،
ہم بادشاہ تم وزیر ۔ تم بادشاہ نہیں ۔ ان اصول پر کاربند رہوگی
دنیا اور عاقبت دونوں درست ۔ از رسولاں بلاغ آمد و بس ۔ شعر

بخیر دار اللہی کہ خواہران من اند

کہ دختراں من و زیب داستان من اند

یہ کہہ کر مولوی صاحب بیٹھ گئے ۔ تحسین اور آفریں کے

نعرے بلند ہوئے ۔ بڑی دیر تک کان پڑی اواز نہیں آتی تھی ۔ پھر شور کم ہوا ۔ صدر صاحب کھڑے ہوئے ، مقرر صاحب کا شکریہ ادا کیا ۔ اور جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا ۔

تمت

نمبر

تھی

صاحب

General Council